Regd No P 60

حضرت مسیح موعود نمبر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفتہ وار **بدر** قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے ششماہی ۵۰-۳ روپے - ممالک غیر ۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۸ | ۱۹ / ۲۶ امان ۱۳۳۸ ہش ۹ / ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹ / ۲۶ مارچ ۱۹۵۹ء | نمبر ۱۲ و ۱۳

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۷ مارچ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یکم رمضان المبارک کو کراچی سے بخیریت ربوہ واپس تشریف لے آئے تھے حضور کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ

حضور کی طبیعت بعارضہ درد نقرس ناساز ہے

احباب رمضان کے مبارک ایام میں خاص توجہ اور درد و الحاح کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو جلد صحت یاب فرمائے اور پوری صحت و عافیت کے ساتھ کام کرنے والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

قادیان ۱۷ مارچ - محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں۔ الحمد للہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی برگزیدہ جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظیم بشارتیں

(اقتباس از الہامات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ التحیۃ والسلام)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "خدائے کریم جل شانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ.........

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزّت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلّت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور اُن میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا اُنہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے .... وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء)

مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُولًا وأنت على الحق المبين أنت مصيبٌ ومعين للحق (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱ و ۵۶۲ ۱۸۹۱ء)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد[1]۔ پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار...... بڑا مبارک وہ دن ہوگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔ آمین (اربعین ۲ صفحہ ۳۵)

[1] اس فقرہ سے مراد کہ محمدیوں کا پیر اونچے منار پہ جا پڑا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں جو آخرالزمان کے مسیح موعود کے لئے تھیں جس کی نسبت یہود کا خیال تھا کہ ہم میں سے پیدا ہوگا اور عیسائیوں کا خیال تھا کہ ہم میں سے پیدا ہوگا مگر وہ مسلمانوں سے پیدا ہوا اسلئے بلند منار عزت کا محمدیوں کے حصہ میں آیا۔"

(تذکرہ صفحہ ۴۱۲ حاشیہ)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رفاہ آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

ہفت روزہ بدر قادیان ـــ مورخہ ۱۹/۲۶ مارچ ۱۹۵۹ء

مسیح موعودؑ ـ اور ـ آپکی جماعت

آخری زمانہ میں مسیح موعود و مہدی مسعود کا نزول امت محمدیہ کے نزدیک ایک اجماعی مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لئے تو تیرہویں صدی کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز تک اس برگزیدہ انسان کی برابر انتظار ہوتی رہی۔ مگر جب ان تمام بشارتوں اور پیشگوئیوں کا مصداق پیدا ہوا تو ظاہر پرست علماء نے سخت ٹھوکر کھائی ـ اور بجائے اس کے پیغام کو سر آنکھوں پر رکھنے کے الٹے اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اس نے ہر چند دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اپنے صدق دعویٰ کے ثبوت میں پیش کئے مگر وہ اسی بات پر مصر رہے کہ ان کی منشاء اور خواہش کے مطابق نہ تو اس کا آسمان سے نزول ہوا اور نہ ہی اس نے دنیاوی مال و منال لئے علماء کرام کی جھولیاں بھریں۔ حالانکہ وہ اس بات کے لئے ایک مدت سے منتظر بیٹھے تھے!! مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا قوی ہاتھ اس کی پشت پر تھا۔ علماء وقت کی شدید مخالفتیں اور قسم قسم کی ایذا رسانیوں کے منصوبے اس کا بال تک بیکا نہ کر سکے ـ اور خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ برابر بڑھتا پھلتا گیا۔ جوں جوں لوگوں پر اس کے دعوے کی صداقت کھلتی چلی گئی وہ دوسروں سے کٹ کٹ کر اس پاک جماعت میں شامل ہوتے چلے گئے۔ اس طرح اس برگزیدہ انسان پر ایمان لانے والوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا ـــ مگر علماء کی ظاہر پرستی بھی رنگ لائی ـــ

ـــ جب ایک لمبا عرصہ گذر جانے کے باوجود علماء کرامؒ کی تشریحات کے مطابق ان کا موعود نہ آیا اور وہ اپنی واہیات ضد اور تعصب پر قائم رہے۔ تو عامۃ المسلمین کے ایک طبقہ نے کسی مسیح یا مہدی کی متوقع آمد کا سرے سے انکار کرنا شروع کر دیا ـــ!! حالانکہ ان کے خیالات میں اس طرز کا غیر معمولی انقلاب درحقیقت اُن کی شکست خوردہ ذہنیت کا نتیجہ یا اپنی سادہ فطرت کی آواز کو دبانے کا ایک آسان مگر نادرست ذریعہ تھا!!

اگر معقولیت کی نظر سے دیکھا جائے تو نہ ہی مؤخر الذکر لوگوں کا فیصلہ درست سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی علماء ظواہر کا طریق حق و صداقت پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کے نزول کی خبریں ایسے پختہ راویوں سے منقول ہیں اور متواتر ہیں کہ جن میں کسی کو مجال انکار نہ تھی۔ چنانچہ اول تو حضرات شیخین کا اپنی صحاح میں روایات کو نقل کرنا اس بات کی پوری ضمانت ہے کہ یہ خبریں حق و صداقت کے سرچشمہ سے نکلیں دوسرے جس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں اُس کے جملہ حالات و واقعات نے بجائے خود ان کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی!!

زمانہ کی روحانی و اخلاقی حالت کی ابتری، دجالی فتنوں کا ظہور پورے جوبن پر، سب سے بڑھ کر خود قبلہ اُمت کہلانے والوں کی اپنی بے عملی ـــ!! یہ سب علامات مسیح موعود اور مہدی مسعود کو باواز بلند پکار رہی تھیں ـ!! پس ایسے خطرناک مذہبی فتنوں کے فرو کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی ازلی رحمت کا جوش میں آنا ضروری تھا۔ چنانچہ ٹھیک وقت پر نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی سے ایک شخص کو اس منصب عالی پر فائز کر دیا گیا!! جس کے ذمہ دنیا کے انتہائی بگاڑ اور عالمگیر فساد کے وقت دین محمدی کی تجدید اور امت مرحومہ کے افراد کی اصلاح کا عظیم کام لگا دیا گیا!! اس حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ حق فرمایا ہے

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ـــ ٭ ـــ ٭ ـــ ٭ ـــ

چنانچہ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت و تائید کے ساتھ اس مقدس انسان نے یہ کام کر دکھایا ـ اور اس وقت تک اس جہان سے اٹھایا نہ گیا جب تک کہ روحانی انقلاب کی محکم بنیادیں زمین میں قائم نہ کر دی گئیں!! ـــ وہ برگزیدہ انسان اپنے ان مقاصد میں کس حد تک کامیاب و کامران ہوا ہے ـــ یہ اُس کے اپنے سنہری کارناموں اور اس کے بعد اس کے ذریعہ قائم شدہ مقدس جماعت کے اُن روحانی کارناموں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ روز افزوں وسعت پذیر ہیں!!

اُس الہام الٰہی کی رو سے جو اس کی غرض بعثت کو ظاہر کرتا ہے کہ "یحیی الدین و یقیم الشریعۃ"

فی الواقع اُس نے دین محمدی کے احیاء میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور اسلام کی شگفتگی اور تازہ بتازہ معجزات و نشانات کے ذریعہ

بعثت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

آپ مامور ہوئے خوب ہوا خوب ہوا
کار اسلام خوش اسلوب ہوا خوب ہوا

جذبۂ خدمت اسلام کیا زور دوں پر
اور ایثار بھی مرغوب ہوا خوب ہوا

ماننے والے نے ایمان کی دولت پائی
اپنے اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا

کام جس نے لیا انکار سے استہزا سے
اس کا ایمان تو مسلوب ہوا خوب ہوا

آپ ہی کے کئی سو متبعین کے ہاتھوں
جھنڈا التوحید کا منصوب ہوا خوب ہوا

ہم نے جو عہد کیا اس کو نبھایا لیکن
غیر کا وعدۂ عرقوب ہوا خوب ہوا

اللہ اللہ ہے کیا رعب خداداد عدو
نام سنتے ہی مرعوب ہوا خوب ہوا

جس سے راضی ہوئے آپ اس سے خدا راضی ہے
جس پہ ناراض وہ مغضوب ہوا خوب ہوا

نیک نامی ہی ہے منتا نہ جو بیٹے بدنام
احمدیت سے جو منسوب ہوا خوب ہوا

جو مقاعد میں پئے مسح مہد انجم ہیں ہے
وہ شواظ سے نہ مرہوب ہوا خوب ہوا

جو ج و ما جو ج نے جو آگ ہے بھڑکائی ـ تباہ
جس کے پا نامہ وڈینیوب ہوا خوب ہوا

مشکلیں حد سے بڑھیں صبر سے آسان ہوئیں
اس صدی میں بھی اک ایوب ہوا خوب ہوا

پیشگوئی تھی کہ جب آئے گا مصلح موعود
دیکھنا شہرۂ مطلوب ہوا، خوب ہوا

ہیں مسیحائے محمدؐ کے ہزاروں ہی غلام
ان میں اکمل بھی جو محبوب ہوا خوب ہوا

دین اسلام کو زندہ اور دیگر تمام مذاہب پر اس کی فوقیت ثابت کر دکھایا۔ مدرسہ ان مثانی کے تحت ہر مخالف کو للکارا اور بالآخر کہنا پڑا کہ

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

نیز ؎
سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے
ہر طرف میں نے دیکھا بستاں ہرا یہی ہے

اور جہاں تک اقامت شریعت کے فریضہ کی انجام دہی کا تعلق ہے۔ اس کے لئے بھی آپؑ کی پاک جماعت ہمہ تن مصروف ہے اس مقدس جماعت کا ہر فرد ہی شریعت غرّا کی پاک تعلیمات کی افضلیت کو معقول طور پر ہر طبقہ کے لوگوں کو ذہن نشین کرنے کی کوشش اور سعی میں ہے، اور ایک باقاعدہ تنظیم کے ساتھ عالمگیر منصوبوں کے تحت دنیا کے کونے کونے تک اس آسمانی آواز کو مؤثر طریق پر پہنچانے کی سعی کی جا رہی ہے۔ شکر اللہ سعیہم!! و ایّدہم بروح منہ۔

ـــ ٭ ـــ ٭ ـــ ٭ ـــ

پھر حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے جس جوانمردی کے ساتھ دنیا سے کھوئے گئے ایمان کو پھر سے قائم کرنے کی سعی کی وہ کسی صورت میں بھی بھلائی نہیں جا سکتی ـــ زمانہ نبوی سے ایک لمبے فصل کے باوجود آج جماعت احمدیہ کے افراد کے دلوں میں اسی قسم کے پختہ ایمان کی مشعلیں روشن ہیں جن کا مشاہدہ اسلام کے صدر اول میں کیا گیا تھا!! ـــ اس بات کا واضح ثبوت ان ایثار و قربانیوں کی روحانی مثالوں سے ملتا ہے جو ظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام یا آپؑ کے خلفاء کے زمانہ میں مخلصین نے کیں اور برابر کرتے چلے جا رہے ہیں!! کیا روئے زمین پر کوئی بھی اسلامی جماعت ایسی ہے جو اس وقت جماعتی رنگ میں محض دین کی خاطر اس طرح کی جانی قربانیاں کرنے کو تیار ہو اور اس کے سینکڑوں افراد اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اپنے وطنوں سے دور سالہا سال کے لئے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکل جائیں ـ اور خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور پھر متعدد افراد اس مقدس راہ میں اپنی جان تک کی بازی لگا دیں۔ جیسے کہ شہید کابل میں اس کی مثال قائم کر دکھائی گئی یا بیرونی ممالک میں اعلاء کلمۃ اللہ کے ذریعہ کی ادائیگی میں یہ مجاہدین احمدیت نے اپنی عزیز جانیں جان آفریں کے حوالہ کر دیں!! اور وہاں کی آخری آرام گاہیں اب بھی ان ممالک کے سینکڑوں اور ہزاروں افراد کو خاموش تبلیغ کر رہی ہیں!!

ـــ مالی لحاظ سے مستقل طور پر اپنی آمدنیوں کا ایک مقررہ حصہ اپنے بال بچوں کے پیٹ کاٹ کر باقاعدہ ادا کرتے چلے جانا وغیرہ بلاشبہ ایسے امتیازی نشانات و علامات ہیں جن کی مثال

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیم

ہر ملک اور قوم میں رسول

فرمایا:-

"جابجا اس نے (اللہ تعالیٰ نے) قرآن شریف میں صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا۔ اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں سے بتایا گیا ہے۔ کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے ان کے مناسب حال اُن کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اُس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کہ کوئی ایسی قوم نہیں گذری جس میں کوئی نبی یا رسول نہ بھیجا گیا ہو۔" (پیغام صلح صہ)

پیشوایان مذاہب کی عزت واحترام

فرمایا:-

"اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول رہیں اور اُن قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ہر ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بد زبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔" (پیغام صلح صہ)

اپنا نمونہ

فرمایا:-

"ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی ہے۔ اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے۔ تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب ان کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔"

(پیغام صلح صہ)

بعثت کی غرض

فرمایا:-

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے۔ اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں۔ ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے۔ اس کا نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں۔ حال کے ذریعہ سے نہ محض قال سے اُن کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے۔ اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودہ لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ

میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے!!" (لیکچر اسلام صہ ۳۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی

فرمایا:-

"روحانی زندگی کے لحاظ سے ہم تمام نبیوں میں سے اعلیٰ درجہ پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ سمجھتے ہیں اور قرآن شریف آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اس زندگی کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہی مطلب ہے کہ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی فیض پایا ایسا ہی آخری زمانے میں ہوگا کہ مسیح موعود اور اس کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پائے گی۔ جیسا کہ اب ظہور میں آرہا ہے ——

اور ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں رکھتا —— آپ کے تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کر کے خدا تعالیٰ کے مکالمات سے شرف پاتے ہیں۔ اور فوق العادت خوارق ان سے صادر ہوتے ہیں۔ اور فرشتے اُن سے باتیں کرتے ہیں۔ دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں اس کا ایک نمونہ میں ہی موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔" (تبلیغ رسالت جلد ۹ صہ)

اس بات کا ثبوت

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی

محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کر لے —— اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا اس بات کا ثبوت دوں کہ

- —— زندہ کتاب قرآن ہے —— اور
- —— زندہ دین اسلام ہے —— اور
- —— زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے ——

دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر ——

- —— نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے
- —— نشان ظاہر ہو رہے ہیں!!
- —— برکات ظہور میں آرہے ہیں!!
- —— غیب کے چشمے کھل رہے ہیں!!

پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکالے!!"

(تبلیغ رسالت جلد ۹ صہ)

اشتہار ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء

حصول تقویٰ کی تلقین

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے — اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شان اولیاء ہے — بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے
عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ — مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو! ہے حاصلِ اسلام تقویٰ — خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقویٰ — کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

رمضان کی جامع برکات ۔۔۔ اور ۔۔۔ ہماری ذمہ داریاں

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

میں خدا کے فضل سے مختلف رمضانوں میں اس مبارک مہینہ کے مسائل اور اس کی برکات کی طرف دوستوں کو توجہ دلاتا رہا ہوں۔ غالباً میرے ان مضامین کی تعداد دس تک پہونچ گئی ہوگی۔ یا شاید اس سے بھی زیادہ ہو۔ ان میں سے بعض مضامین تو کافی مفصل ہوتے رہے ہیں۔ اور بعض اوسط درجہ کے تھے۔ اور بعض صرف یاددہانی کا رنگ رکھتے تھے۔ اور یہ امر میرے لئے خوشی کا موجب ہے کیونکہ میں اسے اپنی خوش قسمتی خیال کرتا ہوں۔ اور اس پر اپنے مولا کا شکر گذار ہوں کہ میرے ان مضمونوں سے بہت سے دوستوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

چونکہ اب پھر رمضان کا مہینہ بہت قریب آگیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بالکل سر پر ہے۔ (اور شاید اس مضمون کے چھپتے چھپتے شروع بھی ہو جائے) اس لئے میں اس نوٹ کے ذریعہ جو قریباً یاددہانی کا رنگ رکھتا ہے اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اس مہینہ کی برکات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں تا اگر خدا چاہے تو ان کے لئے نیکی کی تحریک اور میرے لئے ثواب کا موجب ہو۔ اور میری اس کمزوری کی تلافی بھی ہو جائے کہ میں اپنی موجودہ علالت میں روزہ رکھنے سے معذور ہوں۔ اور صرف فدیہ پر اکتفا کر کے خدائی مغفرت کا طالب بن رہا ہوں۔ گذشتہ تین چار سالوں سے یعنی جب سے مجھے دل کی بیماری ہوئی ہے میرا یہ طریق رہا ہے کہ فدیہ بھی ادا کرتا تھا اور رمضان کے مہینہ میں تین روزے رکھ کر خدا کے اس رحیمانہ قانون سے فائدہ اٹھاتا تھا کہ ہمارا آسمانی آقا دس گنا اجر دے کر میرے تین روزوں کا ثواب ایک مہینہ کے برابر کر سکتا ہے۔ لیکن اس سال دل کے عارضہ کے علاوہ ذیابیطس کا مرض بھی دامنگیر ہو چکا ہے جس میں ڈاکٹروں نے کھانے کے اوقات قطعی طور پر معین کر دیئے ہیں۔ اور دن کے مختلف حصوں میں دوائیوں کا استعمال لازمی قرار دیا ہے۔ اس لئے اب تو صرف یغفر من یشاء بغیر حساب کا ہی سہارا ہے وارجو من اللہ خیرا وھو الغفور الودود الرحیم الکریم

رمضان قرآنی نزول کی سالگرہ ہے

جیسا کہ میں اپنے گذشتہ مضمونوں میں بار بار بیان کر چکا ہوں۔ رمضان کا مہینہ ایک بڑا ہی مبارک مہینہ ہے۔ اس میں بہت سی برکتیں ہیں ان عظیم الشان عبادتوں کا مجموعہ ہی نہیں جو اس مہینہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ بلکہ اس مہینہ کی پہلی برکت یہ ہے جس کی وجہ سے اسے ان عبادتوں کے لئے چنا گیا ہے۔ کہ اس میں قرآن پاک یعنے خدا کی آخری اور عالمگیر شریعت کے نزول کا آغاز ہوا تھا۔ سو رمضان کا مہینہ اسلام کے جنم کا یادگاری مہینہ ہے۔ جس کے ساتھ وہ عالم وجود میں آیا اور دنیا اس روحانی سورج کے نور سے منور ہو گئی۔ اور ہم ہر سال گویا اس کا یوم یعنی سالگرہ مناتے ہیں۔ اور عید کی طرح ہر سال بار بار آ کر ہمارے دلوں میں قرآنی نزول اور قرآنی برکات کی یاد تازہ کرتا ہے۔

رمضان کا مہینہ جامع العبادات ہے

رمضان کی برکات کا نمایاں اور مخصوص پہلو یہ ہے کہ وہ جامع العبادات ہے۔ جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے اسلام کی کثیر التعداد عبادتوں میں سے چار عبادتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ (۴) حج اور یہ چاروں بنیادی عبادتیں رمضان میں بہترین صورت میں جمع کر دی گئی ہیں۔ نماز کی عبادت رمضان میں اس طرح شامل کی گئی ہے کہ پنجگانہ فریضہ نمازوں کے علاوہ رمضان کے مہینہ میں تہجد اور تراویح اور دیگر نفلی نمازوں (مثلاً ضحی وغیرہ) کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ اور نماز وہ مقدس ترین عبادت ہے۔ جسے معراج المومن (یعنی مومنوں کے لئے اوپر چڑھنے کی سیڑھی) کہا گیا ہے جس کے ذریعہ انسان خدا کی طرف اٹھتا اور اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اور صوم یعنے روزہ تو رمضان کی عبادت ہے ہی جس کے متعلق حدیث قدسی میں آتا ہے کہ خدا فرماتا ہے جہاں دوسری عبادتوں کے اور اور اجر مقرر ہیں۔ وہاں روزے دار کے روزہ کا اجر میں خود ہوں۔ دراصل روزہ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی بصورت احسن شامل کر دی گئی ہے۔ حقوق اللہ اس طرح کہ روزہ میں انسان خدا کے لئے اپنے نفس اور نفس کی خواہشات کی قربانی پیش کرتا ہے۔ اور حقوق العباد اس طرح کہ اس طرح کے روزے کے ذریعہ روزہ داروں میں اپنے غریب بھائیوں کی تنگ دستی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان ان کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

پھر رمضان میں زکوٰۃ کی عبادت بھی شامل ہے۔ کیونکہ اول تو رمضان کے آخر میں فدیہ کی ادائیگی مقرر کی گئی ہے۔ جس کا دوسرا نام زکوٰۃ الفطر ہے جو عید کی آمد پر غریب بھائیوں کی امداد کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ اور دوسرے بھی ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان کے مہینہ میں اپنے غریب بھائیوں کی امداد نہایت فیاضی کے ساتھ اور بہت کھلے دل سے کرنی چاہیئے۔ اور خود آپ کا اپنا نمونہ یہ تھا کہ رمضان میں آپ کا ہاتھ غریبوں۔ مسکینوں کی مدد میں اس طرح چلتا تھا کہ گویا ایک تیز آندھی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔ بالآخر رمضان میں ایک طرح سے حج کی عبادت کا عنصر بھی شامل ہے۔ کیونکہ جس طرح ایک حاجی حج میں گویا دنیا سے کٹ کر احرام کا لباس پہن لیتا ہے۔ اور شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتا اور جائز نفسانی لذات سے بھی کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں روزہ دار دن کے اوقات میں کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے سے اجتناب کرتا ہے۔ اور اعتکاف کے ایام میں تو یہ اجتناب گویا کلی انقطاع کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ ان ایام میں روزے دار دن رات مسجد میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کے لئے کلیۃً وقف ہو جاتا ہے

روزہ دار کی جزا خود خدا ہے

الغرض رمضان کا مہینہ جامع العبادات ہے جس میں اسلام کی چاروں بنیادی عبادتوں کو بہترین صورت میں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے اس میں نماز بھی ہے۔ اور روزہ بھی ہے اور زکوٰۃ بھی ہے۔ اور حج کی چاشنی بھی شامل ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو رمضان میں جہاد کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ نفس کی تربیت کا بھی نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض حالات میں نفس کے جہاد کو تلوار کے جہاد سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔

"یعنی اب ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں"۔

اس طرح آپ نے نفس کے جہاد کو تلوار کے جہاد سے بھی افضل قرار دیا۔ ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا "بہادر وہ نہیں جو لڑائی میں اپنے حریف کو پچھاڑ دیتا ہے۔ بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو دبا کر ان پر غلبہ پاتا ہے"۔ خلاصہ کلام یہ کہ رمضان کی برکات اتنی وسیع ہیں کہ ان میں اسلام کی چار بنیادی عبادتوں کے علاوہ جہاد کے ثواب کا بھی رستہ کھولا گیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے میں سب کچھ شامل ہے۔ اس لئے اس کی جزا میں خود ہوں۔ اور عقلاً بھی یہی درست ہے کیونکہ روزہ دار کو نماز کا ثواب بھی ملتا ہے روزہ کا ثواب بھی ملتا ہے زکوٰۃ کا ثواب بھی ملتا ہے حج کا ذوق بھی حاصل ہوتا ہے اور جہاد کا موقعہ میسر آتا ہے۔

اجر پانے کے لئے صحت نیت ضروری ہے

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی عبادتیں کوئی منتر جنتر نہیں ہیں کہ ادھر چھو منتر مار کر ایک کام کیا اور ادھر نتیجہ نکل آیا۔ بلکہ اسلام صحت نیت چاہتا ہے۔ محنت چاہتا ہے۔ صبر و استقلال چاہتا ہے۔ اور لمبے عرصہ کا مجاہدہ چاہتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون۔ یعنی "کیا لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صرف ایمان کے زبانی دعوے پر خدا ان کو چھوڑ دے اور ان کے سارے کام یونہی پورے ہو جائیں۔ اور وہ امتحانوں اور ابتلاؤں کی بھٹی میں نہ ڈالے جائیں؟" ہوشیار ہو کر سن لو کہ یہ بات خدائے حکیم و علیم کی سنت کے خلاف ہے۔ پس رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان پاک نیت اور سچے ایمان اور صبر و استقلال کے ساتھ ان احکام کو بجا لائے جو خدا تعالیٰ نے رمضان کے ساتھ وابستہ کئے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص رمضان میں کذب اور قول زور کو نہیں چھوڑتا اور روزے کی حقیقت سے بے خبر رہ کر محض نمائش اور ظاہرداری کا رنگ اختیار کرتا ہے وہ مفت میں بھوکا رہتا ہے جس کی خدا کے حضور کچھ قدر و قیمت نہیں۔ ایک عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:-

یغوص البحر من طلب اللآلی
ومن طلب العلی سھر اللیالی

"یعنی جس شخص کو موتیوں کی تلاش ہو اسے سمندروں میں غوطے لگانے پڑتے ہیں اور جو شخص بلندیوں کا طالب ہو اسے راتوں کو جاگنے کے بغیر چارہ نہیں"۔

رمضان سے تعلق رکھنے والے احکام

اب میں ان احکام کی کسی قدر تشریح کرتا ہوں

جو رمضان سے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ سب سے اول نمبر پر خود صوم یعنی روزہ ہے جو رمضان کی ... اصل اور مخصوص عبادت ہے۔

روزہ کی ظاہری صورت یہ ہے کہ سحری کے وقت یعنی صبح صادق اور فجر کی اذان سے پہلے اپنی عادت اور اشتہار کے مطابق کچھ کھانا کھایا جائے کھانے کے بغیر روزہ رکھنا چنداں پسندیدہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری کی صورت ہو۔ اور سحری کھانے کے متعلق مسنون طریق یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل جتنی دیر سے کھایا جائے اتنا ہی بہتر ہے تاکہ سحری اور اذان کے درمیان کم سے کم وقفہ ہو۔ اور خدائی مدنظر کے ساتھ انسان کی ذاتی خواہش مخلوط نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ مخصوص جنسی تعلقات قائم کرنے منع ہیں۔ اس طرح گویا خدا کے رستہ میں اپنے نفس اور اپنی نسل کی قربانی پیش کی جاتی ہے۔ غروب آفتاب کے وقت افطاری کرنے میں بھی وہی اصول چلتا ہے جو سحری کھانے کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی غروب آفتاب کے ساتھ ہی توقف افطاری کر لی جائے۔ دوسرے الفاظ میں سحری کھانے میں دیر کرنا اور افطاری کرنے میں جلدی کرنا مسنون ہے۔ روزہ کے دوران میں خاص طور پر اپنے خیالات کو پاک و صاف رکھنا اور بیہودہ اور لغو باتوں اور لڑائی جھگڑے وغیرہ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ روزہ ہر عاقل بالغ مرد و عورت پر فرض ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص سفر میں ہو یا بیمار ہو تو اسے سفر اور بیماری کے ایام میں روزہ ترک کر کے دوسرے ایام میں گنتی پوری کرنی چاہیئے۔ یہی حکم ان عورتوں کے لئے ہے جو رمضان کے مہینہ میں ماہواری ایام کی وجہ سے چند دن کے لئے معذور ہو جائیں۔ وہ لوگ جو بڑھاپے یا دائم المرض ہونے کی وجہ سے معذور ہو چکے ہوں ان کے لئے قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کی حیثیت کے مطابق فدیہ ادا کر دیں۔ فدیہ کی رقم مساکین کی امداد کے لئے مرکز میں بھی بھجوائی جا سکتی ہے اور اپنے پڑوس کے غرباء میں خود بھی تقسیم کی جا سکتی ہے اور فدیہ نقد۔ نیز کی بجائے کھانے کی صورت میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ بعض صوفیاء نے سفر اور عارضی بیماری میں بھی فدیہ کی ادائیگی کو پسند کیا ہے۔ اور دوسرے وقت میں گنتی پوری کرنا مزید برآں ہے۔

رمضان میں نفلی نمازیں

رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی نمازوں پر بہت زور دیا ہے۔ نفلی نمازوں میں سب سے افضل اور سب سے ارفع تہجد کی نماز ہے جو رات کے نصف آخر میں صبح صادق سے پہلے ادا کی جاتی ہے اس نماز کی برکت اور شان اس بات سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید تہجد کی نماز کے متعلق فرماتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان اپنے مقام محمود تک پہنچ جاتا ہے۔ مقام محمود ہر شخص کا جدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے ترقی کا وہ انتہائی نقطہ مراد ہے جو کوئی شخص اپنے حالات اور اپنی فطری استعدادوں کے مطابق حاصل کر سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محمود جس کا آپ کو وعدہ دیا گیا ہے وہ سب اولین و آخرین سے افضل اور ارفع ترین ہے۔ بہر حال تہجد کی نماز انسان کی روحانی ترقی کے لئے بہترین سیڑھی ہے۔ کاش ہمارے نوجوان دوست اس کی قدر و قیمت پہچانیں۔ رمضان میں عشاء کے بعد کی نماز تراویح بھی دراصل تہجد ہی کی ایک نرم اور رعایتی صورت ہے۔ اور اس کی شرکت گو آخر شب کی تہجد کا درجہ تو نہیں رکھتی مگر لوگوں میں نفل نمازوں کا ذوق پیدا کرنے کے لئے بہت غنیمت ہے۔ دوسری نفلی نماز ضحٰی کی نماز ہے جو صبح اور ظہر کی نمازوں کے درمیانی وقفہ میں پڑھی جاتی ہے۔ تاکہ یہ لمبا وقفہ عبادت سے خالی نہ رہے یہ بھی ایک بہت بابرکت نفلی نماز ہے۔ اور دوستوں کو رمضان میں ان دونوں نمازوں یعنی تہجد اور ضحٰی کا التزام رکھنا چاہیئے۔

رمضان میں قرآن کی تلاوت

رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی بھی خاص تاکید فرمودہ ہے۔ کیونکہ قطع نظر تلاوت کی دوسری برکات کے رمضان کا مہینہ قرآنی نزول کے آغاز کی یادگار ہے۔ اور اس یادگار کو قرآن کی تلاوت سے کسی طرح جدا نہیں کیا جا سکتا۔ عام طور پر لوگ رمضان میں قرآن کا ایک دور ختم کرتے ہیں لیکن میرے خیال میں مسنون طریق دو دور ختم کرنا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قرآن کا ایک دور ختم کرتے تھے۔ لیکن جب قرآن کا نزول مکمل ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری رمضان میں حضرت جبرائیلؑ نے آپ کے ساتھ مل کر دو دور پورے کئے۔ اور چونکہ ہمارے لئے بھی قرآن مکمل ہو چکا ہے اس لئے اپنے آقا کی سنت میں ہمارے لئے بھی رمضان میں قرآن مجید کے دو دور پورے کرنے مناسب ہیں۔ اور زیادہ کے لئے تو کوئی حد نہیں۔ جتنا گڑ ڈالوگے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ قرآن کی تلاوت حتی الوسع ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر کرنی چاہیئے۔ اور رحمت کی آیتوں پر طلب رحمت کی دعا اور عذاب کی آیتوں پر توبہ و استغفار کرنا مسنون ہے۔

رمضان میں غیر معمولی صدقہ و خیرات

رمضان میں صدقہ و خیرات پر بھی اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ صدقہ و خیرات میں دوہری غرض مد نظر ہے۔ ایک تو یہ کہ غریب بھائیوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کا رستہ کھلے تاکہ وہ بھی رمضان کے بڑھے ہوئے اخراجات کو خوشی اور دلجمعی کے ساتھ پورا کر سکیں۔ دوسرے یہ کہ یہ صدقہ و خیرات صدقہ کرنے والوں کے لئے ردِّ بلا کا موجب ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ:-

> ان الصدقة تطفئ غضب الرب۔
>
> "یعنی صدقہ و خیرات خدا کے غضب کو دور کرتا اور اس کی تلخ تقدیروں کو روکتا ہے:

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ مالی تنگی کے باوجود آپ کا ہاتھ رمضان کے مہینہ میں غریب مسلمانوں کی امداد میں اس طرح چلتا تھا کہ گویا کہ وہ ایک تیز آندھی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔ یہ مبارک اسوہ ہر سچے مسلمان کے لئے مشعل راہ ہونا چاہیئے۔

صدقۃ الفطر کا فریضہ

اس طوعی صدقہ کے علاوہ اسلام میں عید الفطر کی آمد پر صدقۃ الفطر کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جو عید سے پہلے ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کی مقدار خوشحال لوگوں کے لئے ایک صاع گندم اور عام لوگوں کے لئے نصف صاع گندم مقرر ہے جو آجکل کے ریٹ کے لحاظ سے ایک روپیہ اور نصف روپیہ فی کس بنتی ہے۔ صدقۃ الفطر ہر مرد و عورت بچے بوڑھے امیر غریب پر فرض کیا گیا ہے تاکہ اس مشترکہ فنڈ سے عید کے موقعہ پر غریب بھائیوں کی امداد کی جا سکے حتی کہ جن غریبوں نے صدقۃ الفطر سے خود امداد حاصل کرنی ہو ان کو بھی حکم ہے کہ اپنی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کریں تاکہ یہ فنڈ صحیح معنوں میں قومی فنڈ کی صورت اختیار کر لے۔ صدقۃ الفطر کو مرکز میں بھجوانے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے مقامی طور پر آس پاس کے غریبوں پر خرچ کرنا چاہیئے۔

اعتکاف کی مخصوص عبادت

گو اسلام میں رہبانیت یعنی ترک دنیا جائز نہیں کیونکہ وہ انسان کو اس کے فطری تقاضوں کے مطابق زندگی کی کش مکش میں مبتلا رکھ کر پاک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں ایک قسم کی جزوی اور مشروط اور محدود رہبانیت کی رخصت دی گئی ہے۔ اس مخصوص عبادت کا نام اعتکاف ہے۔ اور جو لوگ اس کے لئے فرصت پائیں اور ان کے حالات اس کی اجازت دیں ان کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ بیس رمضان کی شام کو کسی ایسی مسجد میں جس میں جمعہ ہوتا ہو شب و روز کی عبادت کے لئے گوشہ نشین ہو جائیں اور اپنے اس اعتکاف کو آخر رمضان تک پورا کریں۔ اعتکاف میں سوائے پیشاب پاخانہ کی حوائج ضروریہ کے دن رات کا سارا وقت مسجد میں رہ کر نماز اور تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی اور دعا اور دینی درس و تدریس میں گذارا جاتا ہے۔ اس طرح اعتکاف میں بیٹھنے والا انسان گویا دنیا سے کٹ کر خدا کی یاد کے لئے کلیتہً وقف ہو جاتا ہے۔ یہ عبادت یاد الٰہی کی مخصوص چاشنی پیدا کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ تاکہ اس کے بعد اعتکاف بیٹھنے والا انسان یہ محسوس کرے کہ اسے دنیا میں رہتے ہوئے اور دنیوی تعلقات کو نبھاتے ہوئے کس طرح "دست با کار و دل بایار" کا نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔

لیلۃ القدر کی مبارک رات

قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ایک خاص رات ایسی آتی ہے جس میں خدا تعالےٰ کی رحمت اس کے بندوں کے قریب تر ہو جاتی ہے۔ اس رات کا نام لیلۃ القدر یعنی عزت والی رات رکھا گیا ہے جو روحانیت کے زبردست التہاب اور دعاؤں کی خاص قبولیت کی رات ہے۔ اسلام نے کمال حکمت سے اس رات کی تعیین نہیں کی۔ لیکن حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روحانی مشاہدہ کے ماتحت اس قدر اشارہ فرمایا ہے کہ اسے رمضان کے آخری عشرہ یا آخری سات دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لیلۃ القدر کے لئے رمضان کے آخری عشرہ کو اس لئے مخصوص کیا گیا ہے کہ رمضان کے ابتدائی بیس دنوں کے مسلسل روزوں اور نفلی نمازوں اور تلاوت قرآن اور دعاؤں اور صدقہ و خیرات وغیرہ کی وجہ سے مومنوں کے دلوں میں ایک خاص روحانی کیفیت اور خاص نورانی جذبہ پیدا ہو کر ان کے اندر قبولیت دعا کی غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ باایں ہمہ یہ خیال کرنا کہ لیلۃ القدر میں ہر شخص کی ہر دعا لازماً قبول ہو جاتی ہے اسلامی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ جو دعا خدا کی کسی صفت کے خلاف ہو یا خدا کی کسی سنت کے خلاف ہو یا خدا کے کسی وعدہ کے خلاف ہو یا دعا کرنے والے کے اپنے حقیقی مفاد کے خلاف ہو۔ جسے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مانگ رہا ہو وہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے شخص کی دعا قبول ہو سکتی ہے جس کا دل ناپاکیوں کا گھر ہو اور وہ شخص جنتر منتر کے طور پر کوئی دعائیہ کلمہ زبان پر لا رہا ہو۔ قرآن مجید رمضان میں دعاؤں کے تعلق میں یہ فرماتا ہے کہ

> اذا سألك عبادي عني
> فاني قريب اجيب دعوة
> الداع اذا دعان فليستجيبوا
> لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون

ترجمہ :- یعنی اے رسول جب میرے بندے رنہ کہ شیطان کے بندے) میرے متعلق تجھ سے پوچھیں تو تو ان سے کہدے کہ میں اپنے بندوں کے بالکل قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہوں۔ جب کہ وہ مجھے پکاریں۔ مگر ضروری ہے کہ وہ بھی میری باتوں پر کان دھریں اور مجھ پر سچا ایمان لائیں تاکہ ان کی دعائیں پایۂ قبولیت کو پہنچیں"۔

یوں تو ہر سال لیلۃ القدر کی مبارک رات دعاؤں کی خاص قبولیت کی رات ہے جب کہ رحمت کے فرشتے زمین کی طرف جھک جھک کر مومنوں کی دعاؤں کو شوق و شغف کے ساتھ اچکتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ رات بھی اُن شرطوں سے بالکل باہر نہیں۔ جو دعاؤں کی قبولیت کے لئے خدائے حکیم و علیم کی طرف سے مقرر کی گئی ہیں۔ مگر چونکہ یہ رات گویا خدا کے دربار عام کی رات ہے اس لئے اس میں شبہ نہیں کہ اس رات میں ان شرطوں کو خدا کی وسیع رحمت نے کافی نرم کر رکھا ہے۔

لیلۃ القدر کی ظاہری علامت کے متعلق کچھ کہنا غالباً غلط فہمی پیدا کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ اس کی اصل علامت دعاؤں کا انتشار ہے جسے دعاؤں کا تجربہ رکھنے والے مومنوں کا دل اکثر صورتوں میں محسوس کر لیتا ہے۔ مگر کیا اچھا ہو کہ ہمارے دوست ان چند راتوں کے بیشتر حصہ کو خاص کوشش کے ساتھ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں گذاریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس زریں ارشاد کی حکمت کو پورا کریں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں "تلاش کرو۔ ہمارے آقا اپنے آخری ایام میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :-

عمر بگذشت و نماند ست جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

" یعنی عمر گذر گئی اور اب صرف چند دن باقی ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ان چند دنوں کو کسی کی یاد میں اس طرح خرچ کروں کہ شام کو بیٹھوں اور صبح کر دوں"۔

رمضان میں اپنی کسی کمزوری کو دور کرنے کا عہد

بالآخر میں دوستوں کو یکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ ارشاد یاد دلاتا ہوں جس کی طرف میں پہلے بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ رمضان کا مہینہ نفس کی اصلاح کا خاص زمانہ ہے۔ کیونکہ اس مہینہ کا ماحول اصلاح نفس کے ساتھ مخصوص مناسبت رکھتا ہے۔ اس مہینہ میں خاص عبادتوں اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی وجہ سے گویا لوہا گرم ہوتا ہے اور صرف چوٹ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ رمضان کی دوسری ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان ایام میں اپنی کسی خاص کمزوری کو سامنے رکھ کر خدا سے عہد کریں کہ وہ آئندہ اس کمزوری کے ارتکاب سے کلی طور پر اجتناب کریں گے۔ اس کمزوری کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خدا ستار ہے۔ اور ستاری کو پسند فرماتا ہے۔ پس کسی پر ظاہر کرنے کے بغیر اپنے دل میں خدا سے عرض کرو کہ اے میرے آسمانی آقا میں آئندہ اس کمزوری سے توبہ کرتا اور تیرے حضور عہد کرتا ہوں کہ اپنی انتہائی ہمت اور انتہائی کوشش کے ساتھ اس کمزوری سے ہمیشہ کنارہ کش رہوں گا۔ تو میرے عہد کو استوار رکھ اور مجھے اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا کر۔

کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند

خدا تعالےٰ مجھے اور اس مضمون کے پڑھنے والوں کو رمضان کی بہترین برکات سے متمتع فرمائے اور ہماری انفرادی اور اجتماعی دعاؤں کو قبول کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار مرزا بشیر احمد
[illegible]

دمشق کی شرقی جانب سفید منارہ

قادیان میں منارہ کی تعمیر اور اس کے مقاصد کی حقیقت کا انکشاف

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس مسجد (یعنی قادیان میں واقع مسجد اقصےٰ) کی تکمیل کے لئے ایک اور تجویز قرار پائی ہے اور وہ یہ کہ مسجد کی شرقی طرف جیسا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے ایک نہایت اونچا منارہ بنایا جائے۔ اور وہ منارہ تین کاموں کے لئے مخصوص ہو۔

اوّل۔ یہ کہ تا مؤذن اس پر چڑھ کر پنج وقت بانگ نماز دیا کرے اور تا خدا کے پاک نام کی اونچی آواز سے دن رات میں پانچ دفعہ تبلیغ ہو اور تا مختصر لفظوں میں پنج وقت ہماری طرف سے انسانوں کو یہ ندا کی جائے کہ وہ ازلی اور ابدی خدا جس کی تمام انسانوں کو پرستش کرنی چاہیئے۔ یہ صرف وہی خدا ہے جس کی طرف اس برگزیدہ اور پاک رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے سوا نہ زمین میں نہ آسمان میں اور کوئی خدا نہیں۔

دوسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی بہت اونچے حصے پر ایک بڑا لالٹین نصب کر دیا جائے گا جس کی قریباً ایک سو روپیہ یا کچھ زیادہ قیمت ہوگی۔ یہ روشنی انسانوں کی آنکھیں روشن کرنے کے لئے دور دور جائے گی۔

تیسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصے پر ایک بڑا گھنٹہ جو چار سو یا پانسو روپیہ قیمت کا ہوگا نصب کر دیا جائے گا تا انسان اپنے وقت کو پہچانیں اور انسانوں کو وقت شناسی کی طرف توجہ ہو۔

یہ تینوں کام جو اس منارہ کے ذریعہ سے جاری ہوں گے ان کے اندر تین حقیقتیں مخفی ہیں

اول یہ کہ بانگ جو پانچ وقت اونچی آواز سے لوگوں کو پہنچائی جائے گی۔ اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ اب واقعی طور پر وقت آگیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز ہر ایک کان تک پہنچے یعنی اب وقت خود بولتا ہے کہ اس ازلی ابدی زندہ خدا کے سوا جس کی طرف پاک رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی کی ہے اور سب خدا جو بنائے گئے ہیں باطل ہیں کیوں باطل ہیں؟ اس لئے اُن کے ماننے والے کوئی برکت اُن سے پا نہیں سکے۔ کوئی نشان دکھلا نہیں سکتے :-

دوسرے وہ لالٹین جو اس منارہ کی دیوار میں نصب کی جائے گی اس کے نیچے حقیقت یہ ہے کہ تا لوگ معلوم کریں۔ کہ آسمانی روشنی کا زمانہ آگیا اور جیسا کہ زمین نے اپنی ایجادوں میں قدم آگے بڑھایا ایسا ہی آسمان نے بھی چاہا کہ اپنے نوروں کو بہت صفائی سے ظاہر کرے تا حقیقت کے طالبوں کے لئے پھر تازگی کے دن آئیں اور ہر ایک آنکھ جو دیکھ سکتی ہے آسمانی روشنی کو دیکھے اور اس روشنی کے ذریعہ سے غلطیوں سے بچ جائے۔

تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی دیوار میں نصب کیا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ تا لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں۔ یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا۔ اب اس سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئیگا تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا . . . .

. . . . . اور خود اس منارہ کے اندر ہی ایک حقیقت مخفی ہے۔ اور وہ یہ کہ احادیث نبویہ میں متواتر آچکا ہے کہ مسیح آنے والا صاحب المنارہ ہوگا یعنی اس کے زمانہ میں اسلامی سچائی بلندی کی انتہا تک پہونچ جائیگی جو اس منارہ کی مانند ہے جو نہایت اونچا ہو۔ اور دین اسلام سب دینوں پر غالب آجائے گا اسی کے مانند جب کہ کوئی شخص جب ایک بلند مینار پر اذان دیتا ہے۔ تو وہ آواز تمام آوازوں پر غالب آجاتی ہے یہی مقدر تھا کہ ایسا ہی مسیح کے دنوں میں ہو گا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ یہ آیت مسیح موعودؑ کے حق میں ہے اور اسلامی حجت کی وہ بلندی آواز جس کے نیچے تمام آوازیں دب جائیں وہ ازل سے مسیح کے لئے خاص کی گئی ہے اور قدیم سے مسیح موعودؑ کا قدم اُس بلند مینار پر قرار دیا گیا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی عمارت اونچی نہیں۔ اسی کی طرف براہین احمدیہ کے اس الہام میں اشارہ ہے جو کتاب مذکور کے صفحہ ۵۲۲ میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد" سو ایسا ہی مسیح موعودؑ کی مسجد بھی مسجد اقصےٰ ہے۔ کیونکہ وہ صدر اسلام سے دور تر اور انتہائی زمانہ پر ہے۔ اور ایک روایت میں خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعود کا نزول مسجد اقصےٰ کے شرقی منارہ کے قریب ہوگا"۔

اب اسی دستور پر منارہ اس لئے طیار کیا جاتا ہے کہ تا حدیث کے موافق مسیح موعودؑ کے زمانہ کی یادگار ہو اور نیز وہ عظیم پیشگوئی پوری ہو جائے جس کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ الذی بارکنا حولہ اور جس کے منارہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے کہ مسیح کا نزول منارہ کے پاس ہوگا۔ دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے اس غرض سے ہے کہ تثلیث خدا بنانے کی تخم ریزی اول دمشق سے شروع ہوئی ہے۔ اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا تثلیث کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے پس اس ایما کے لئے بیان کیا گیا کہ مسیح کا منارہ جس کے قریب اس کا نزول ہوگا۔ دمشق سے شرقی طرف ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے۔ کیونکہ (باقی صفحہ پر)

اسلام ——— موجودہ زمانہ کا اہم تقاضا

از جناب خان بہادر عطاء الرحمٰن صاحب ایم۔اے سابق ڈائرکٹر معلومات عامہ شیلانگ (آسام)

یہ مضمون جناب خان بہادر عطاء الرحمٰن صاحب ایم۔اے نے اسپیشل آسام کی مذہبی کانفرنس منعقدہ ـــــ کے لئے انگریزی میں تحریر فرمایا تھا جس کا اردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس مضمون کو اسلام اور سلسلہ کے لئے بابرکت فرمائے اور جناب محترم عطاء الرحمٰن صاحب کو اس محنت کا جو انہوں نے پیرانہ سالی میں فرمائی ہے بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ برکات احمد راجیکی بی۔اے قادیان

(۲)

موجودہ پریشانیوں اور فسادات کے بڑے بڑے اسباب مندرجہ ذیل سمجھے جاسکتے ہیں:۔

۱۔ نسلی امتیازات

۲۔ غلط اقتصادی معیار اختیار کرنا۔

۳۔ قومی تنازعات

۴۔ عالمی غلبہ کے حصول کے لئے جدوجہد

اسلام میں نسلی امتیاز کا نظریہ نہیں پایا جاتا

اسلام اپنی ابتداء ہی سے نسلی امتیاز کے خلاف ہے اور اس نے انتہائی کوشش سے ان مصنوعی روکوں کو جو ایک نسل کو دوسری نسل سے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے جدا کرتی ہیں مٹانا چاہا ہے۔ تواریخ عالم میں پہلی دفعہ انسانی افضلیت کا اندازہ کرنے کے لئے قرآن کے ان الفاظ میں ایک نیا معیار قائم کیا گیا ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقنکم
من ذکر و انثٰی و جعلنکم
شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان
اکرمکم عند اللہ اتقاکم
ان اللہ علیم خبیر (الحجرات ع۲)

یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔

اس اعلان نے صرف پیدائش۔ قوم اور دولت کی وجہ سے شرف و بزرگی کے تصور کو ختم کر دیا اور سیاہ فام لوگوں کو سفید فام لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اور ایک ہی ضرب سے ہمیشہ کے لئے نسلی امتیاز کے شرمناک طریق کو مٹا دیا۔ موجودہ زمانہ میں بھی جبکہ اسلام کی ابتداء کو لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ اسلامی ممالک میں "چھوٹی چٹان" (Little Rock) کی قسم کی کہانیاں سننے میں نہیں آتیں اور نہ ہی جنوبی افریقہ ایسی نسلی امتیاز کے قوانین کی اُنجمن مشرق وسطیٰ اور مشرق میں کبھی پیدا ہوئی ہے۔

"کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ تم سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔"

یہ وہ یادگار الفاظ تھے جو حجۃ الوداع کے موقعہ پر سیدنا محمد رسول اللہ صلعم کے منہ سے نکل کر منٰی کی وادی میں گونجے۔ اس کے نتیجے میں عربوں کا نسلی غرور و فخر مٹی میں مل گیا۔ اور جو فرق عربی اور عجمی میں زمانہ قدیم سے اسی طرح چلا آتا تھا۔ جیسے یہود اور غیر یہود میں یا یونانیوں اور غیر اقوام میں یا رومانے طبقہ امراء اور عوام میں وہ ختم ہو گیا۔ غریب اور پسماندہ لوگ امیر لوگوں کی خیرات پر گذر اوقات پر مجبور نہ کئے گئے بلکہ ان کو مذہب اور سیاسیات میں معین حقوق عطا کئے گئے۔

عورتیں جو صنفی مجبوریوں کے نیچے دب کر کراہ رہی تھیں اور اثاثۃ البیت سے بھی کم حیثیت رکھتی تھیں۔ مردوں کے برابر حقوق پا گئیں غلاموں کی آزادی کی معمولی معمولی عذرات پر جا بجا کھلی گئی۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں غلامی ختم ہو گئی۔ اسلام میں اچھوتوں کا وجود نہ کبھی گذشتہ زمانہ میں تھا۔ اور نہ اب پایا جاتا ہے۔

اگر دنیا کی تعمیر نو کرنی ہے اور امن قائم کرنا ہے تو نسلی اختلاف دشمنی اور امتیاز کو ختم کرنا پڑیگا اور نظام نو کو جلد از جلد قائم کرنے کیلئے اسلام کی اخلاقی اقدار کو قبول کرنا اور قومی اور بین الاقوامی زندگی میں اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

اسلام میں دولت کی تقسیم

امیر اور غریب کا فرق جس سے بہت سے ممالک کی معاشی حالت غیر متوازن ہو گئی ہے دور کرنے کیلئے سماجی دباؤ اور ملکی قانون کا سہارا لیا گیا ہے کئی ممالک نے کمیونزم کی معاشی سکیموں کو اپنایا ہے اور بعض دوسرے اشتراکی نمونے پر زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک تجربہ کے بعد دوسرا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اور عوام کی حالت کو بہتر بنانے اور معیار زندگی کو اونچا کرنے کیلئے قوم زور و جہد و جہد سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ بہتری کے لئے ہو رہا ہے۔ لیکن اسلام نے اپنی ابتداء سے ہی موجودہ دنیا کی غیر متوازن اقتصادی حالت کو قبل از وقت بھانپ لیا اور زکوٰۃ و صدقات کے اداروں کو وجود میں لایا اور ان اداروں کو مذہبی حیثیت دی۔ اس نے وراثت کے قوانین اس طریق پر بنائے کہ دولت اور جائداد چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو سکیں! اسلام نے زور دار طریق سے سود کی ممانعت کی اور تجارت اور کاروبار کی حمایت کی۔

اب لوگ اس بات کا احساس کر رہے ہیں کہ اگر کسی ملک کی معاشی حالت میں صحیح طور پر توازن قائم کرنا ہو تو کوئی ایسا طریق اختیار کرنا پڑیگا جو اسلامی اصول کے مطابق ہو۔ یقیناً انفرادی اور اجتماعی زندگی آجکل بہت پیچیدگی اختیار کر گئی ہے۔ اور ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں جو نرالے اور نئے ہیں۔ لیکن اسلام نے اقتصادی حالات کو متوازن کرنے کے لئے بنیادی اصول وضع کر دیئے ہیں جن کی روح کو قائم رکھتے ہوئے بسُرعت تبدیل ہونے والی دنیا کی ہنگامی ضروریات پوری کرنے کے لئے مناسب قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

اسلام میں مذہب کی بناء پر تعذیب نہیں

مذہبی تنازعات اور فرقہ وارانہ فسادات دنیا میں وحشتناک جرائم مثلاً لوٹ کھسوٹ، غارتگری، عصمت دری، آتش زنی اور خونریزی کا باعث ہیں۔ اور بہت سے ممالک جن میں ہمارا اپنا ملک بھی شامل ہے کی تاریخ کے صفحات اس وجہ سے سیاہ ہو چکے ہیں۔ ان جرائم کے بڑے اسباب میں سے حسد۔ کینہ۔ تعصب۔ مذہبی جنون۔ برداشت کی کمی اور عدم رواداری بھی ہیں۔ یہ ایسی برائیاں ہیں جو کسی زمانہ میں بھی آسانی سے کچلی نہیں جا سکتیں۔

اسلام کبھی بھی جنگجو مذہب نہیں رہا گو اس کے مخالفین نے اس پر یہ الزام لگایا ہے۔ اسلام کی طرف سے اس وقت صفائی پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ اس کے خلاف جبر مذہبی تبدیلی اور مذہبی ایذا دہی کے غلط اور غیر منصفانہ الزامات کی کافی عرصہ پہلے تغلیط ہو چکی ہے اس وقت ان دوستوں کو جو اس موضوع پر مطالعہ کرنیکے خواہشمند ہیں۔ ہم صرف سر تھامس آرنلڈ Sir Thomas Arnold کی کتاب Preaching of Islam کے مطالعہ کی طرف توجہ کراتے ہیں۔ ہمارے مقصد کو پورا کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم کی دو اہم آیات کا اقتباس پیش کر دیں جن سے دیگر مذاہب کے متعلق اسلام کے نہایت فیاضانہ سلوک پر روشنی پڑتی ہے پہلی آیت یہ ہے:۔

ولا تسبوا الذین یدعون
من دون اللہ فیسبوا اللہ
عدوًا بغیر علم (سورہ انعام ع۱۳)

یعنی ان معبودان باطلہ کو جنہیں لوگ پوجتے ہیں بُرا نہ کہو کیونکہ اس کا بدلہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف بدکلامی کرینگے۔

اس ارشاد کی حکمت واضح ہے۔ باہمی سخت کلامی کا لازمی نتیجہ ایک دوسرے پر الزام دہی اور سب و شتم ہے جس سے لڑائی اور خونریزی پیدا ہوتی ہے۔

دوسری آیت میں تمام عبادت خانوں اور دوسری عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے اور ان کی مسماری سے روکا گیا ہے قرآنی الفاظ یہ ہیں:۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم
ببعض لھدمت صوامع و بیع
و صلوٰت و مساجد یذکر فیھا
اسم اللہ کثیرًا ولینصرن اللہ من
ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز
(سورہ الحج ع۶)

یعنی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے شرارت سے باز نہ رکھتا تو خانقاہیں۔ گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دی جاتیں۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریگا اللہ یقیناً بہت طاقتور اور غالب ہے۔

ان آیات کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کی زندگیاں صرف اپنے خلاف ایذا رسانی کو روکنے یا اپنی مساجد کو محفوظ کرنے کیلئے ہی قربان نہیں کی جائیں بلکہ گرجوں، خانقاہوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کیلئے بھی قربان ہو سکتی ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کامل مذہبی آزادی کے قیام کیلئے ایسا کیا جا سکتا ہے۔ قرآنی آیت میں مسجد کا نام باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے خاص مقام ہیں عیسائیوں کے گرجوں اور یہودیوں کے عبادت خانوں کے بعد لیا گیا ہے یہ وہ رواداری کا سلوک ہے جو اسلام نے دوسرے مذاہب کے ساتھ روا رکھا ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ایسی یا اس قسم کی ہدایت اور کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام اور دولت مشترکہ

موجودہ زمانہ کے مصائب کا بہت بڑا سبب دنیا پر غلبہ پانیکی حرص ہے جس نے دنیا کو دو مضبوط دھڑوں میں تقسیم کر دیا ہے اور یہ گروہ اپنے عارضی فیصلوں کیساتھ اپنے مفاد کے پیش نظر تعلقات کو بدلتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح جنگ کی تیاری کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ ہو رہا ہے اور دنیا ایک شدید الجھن اور بےچینی میں مبتلا چلی جا رہی ہے اور ہر وقت تیسری عالمی جنگ کے خوف سے دہشت زدہ ہے۔ یہ جنگ اگر بھڑک اٹھی تو اس سے یقیناً کرۂ ارض کا خوش آئند زمین تباہ ہو جائیگی۔ اور ساتھ ہی اس کی عظیم تہذیبیں جو اس کے باشندوں نے صدیوں کی جدوجہد سے قائم کی ہیں فنا ہو جائینگی اسلامی اصول کے ماتحت عالمگیر حکومت قائم کرنے سے ہی موجودہ شدید الجھاؤ دور ہو سکتا ہے۔ اسلامی فکر کے مطابق تمام ریاستوں کو ترقی کرنے کے لئے آزادانہ اور بے روک ٹوک مواقع میسر ہونے چاہئیں اور ہر ملک کو اپنی مخصوص روایات۔ ذہنیت اور رجحانات کو انفرادی رنگ میں آزادانہ ترقی دینی چاہیئے۔ اس اسلامی تجویز سے سلطانی کوئی ایک ریاست یا ریاستوں کا مجموعہ کسی دوسری ریاست یا ریاستوں کے مجموعہ کے خلاف جارحانہ

قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اگر تمام ریاستیں اپنے آپ کو کسی دولت مشترکہ کی سلک میں منسلک کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ قدم بقدم ہوتے ہوئے تعاون کریں تو ایک متحدہ عالمگیر حکومت وجود میں آسکتی ہے۔ البتہ یہ ایک معیاری اور مثالی حکومت ہے جس کی تکمیل مدنظر رکھنی چاہیئے۔ اسلام ایک بین الاقوامی مجلس کا نظریہ بھی پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ تنازعات کا فیصلہ ہو سکے اگر اس مجلس کا کوئی سرکش رکن اس کے فیصلہ کو قبول نہ کرے یا جتا رہے تو دوسری ریاستیں جو اس کی ممبر ہوں اس گستاخ رکن کے خلاف متحد ہو کر اور فوجی مداخلت کر کے اس مجلس کے فیصلہ کو ماننے پر مجبور کریں۔ (سورہ الحجرات ع۱)

اسلام — طریق حیات

جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اس سے واضح نظر آتا ہے کہ اسلام فطری یا خیالی ہونے کی نسبت قابل عمل زیادہ ہے۔ یہ نہ تو محض فلسفہ ہے اور نہ ہی صرف دینیات۔ البتہ اس میں یہ دونوں شامل ہیں۔ اسلام ما بعد الطبیعاتی طرز زندگی ..... پیچیدہ مباحث کو ناپسند کرتا ہے اور ایسا ماحول پیش کرتا ہے جو قابل عمل ہے اور زندگی گزارنے کیلئے بہترین لائحہ عمل پیش کرتا ہے اور اسکے ذریعہ بہترین طریقہ زندگی کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

اسلام کے فوائد اور نمایاں اصولوں نے اس کو ایک عمدہ اور محسنانہ انداز والا بنا دیا ہے اور اس کے ذریعہ سے تہذیب آفرین عوامل وجود میں آئے ہیں۔ دینی اعتبار سے سائنس اور فنون نے ترقی کی اور اس نے دنیا کے بڑے حصہ میں روشنی پھیلائی ہے۔ اخلاقی اعتبار سے اسلام نے انسانی تعلقات کے تقدس اور پاکیزگی کو قائم کیا ہے۔ روحانی اعتبار سے اس نے انسان کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی خاطر خدا تعالیٰ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ میں ہو کر گزارے۔

اسلام کی سادگی

مذہبی طور پر اسلام سادگی کا مجسمہ ہے۔ اس میں عیسائی کلیسا کی طرح مقررہ عقائد تحکمانہ طور پر رائج نہیں کئے گئے اور نہ ہی اس کا طریق پُر پیچ رسومات میں کھو جاتا ہے۔ اس کو ظاہریت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر مسلمان اسلامی عبادات میں امام ہو سکتا ہے۔ اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا اور نہ جوگیانہ ریاضتوں کا حکم دیتا ہے۔ روح کی صفائی اور بلندی کے لئے جسم کے گوشت کو چھید نے یا جسم کو گھلانے اور اذیت دینے کو اسلام غیر ضروری قرار دیتا ہے۔ اس میں فردی زندگی کو برداشت نہیں کیا جاتا اور مذہبیا اور اس کے جائز منافع اور آرام کو تیاگ دینے کی اجازت ہے۔ اسلام سماجی اور عائلی زندگی کی ذمہ داریوں سے بھاگنے کو قطعی ناپسند کرتا ہے۔ اسلام ہونے کے نہ ختم والے چکروں میں اعتقاد نہیں رکھتا۔ مابعد الموت زندگی پر ایمان اسلامی اصولوں میں سے ہے۔ لیکن وہ تناسخ یا آواگون کا قائل نہیں۔ ہاں جزا سزا کے دن پر یقین رکھتا ہے اور جنت دوزخ کو برحق مانتا ہے۔ لیکن آئندہ زمانہ مستقبل ہی نہیں بلکہ جنت اور دوزخ یہیں اسی دنیوی زندگی میں شروع ہو جاتی ہیں۔ گویا کہ تکمیل مابعد الموت کی زندگی میں ہوگی۔

کہ مسلمان کو یہ بھی ..... دی گئی ہے کہ وہ اس دنیا اور آخرت کی حسنات سے حصہ حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اخروی زندگی کیلئے دنیوی آرام و سہولت کو ترک نہ کرے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام میں بھاری فکر کا فقدان ہے بلکہ اس کا نقطۂ نظر خیالی اور ہوائی نہیں۔ یہ جسمانی تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ اور اس سے عملی روشنی کو مدد ملتی ہے۔ اور اس میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اس مذہب میں روحانی اور اخلاقی اقدار مضبوطی سے باہم مربوط ہیں۔ اور اس کا ثمار و پر خدا کے واحد پر کامل ایمان اور مخلوق کے ساتھ محبت اور ہمدردی کے تانے بانے سے تیار ہوتا ہے۔

دنیا اسلامی اصولوں کو قبول کر رہی ہے

اسلام چودہ سو سال سے منصۂ شہود پر آچکا ہے اور تاریخ سے اس امت میں اس کی عظیم الشان ترقیات کا علم ہوتا ہے۔ اس میں نمایاں قوت اور زندہ اور قائم و برقرار رہنے کی طاقت پائی جاتی ہے جیسا کہ مذہب کے بعض مخالف نکتہ چینیوں نے سمجھا ہے یہ فرسودہ اور خستہ قوت نہیں اور نہ اس کی افادیت میں کمی آئی ہے۔ موجودہ پر فتن اور طوفانی زمانہ میں بھی اسلام کی خلاف تہذیب شکستگی کے جہاز کو ساحل مراد تک پہنچانے کیلئے ساحل کی حیثیت رکھتی ہیں جن لوگوں کو دقت نظر عطا ہوئی ہے وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ کی جمہوریت اور لاینحل مسائل کے تعمیری طریقوں سے دنیا اسلام کے اصولوں کے نزدیک آ رہی ہے۔ خواہ انفرادی طور پر یا غیر ارادی طور پر۔ اور یہ سلسلہ متواتر جاری ہے اور اس بات کے لئے کوئی پیشگوئی کرنے کی ضرورت نہیں کہ مستقبل قریب میں نظام نو اور آسمانی بادشاہت کو قائم کرنے کے لئے اسلام کا تعاون پہلے سے بھی زیادہ درکار ہوگا۔

حفاظت اسلام — مشیت ایزدی

ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی تقدیر اور ارادہ ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو قرآن کریم کے اصل الفاظ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور دوسری طرف اسلام کی اصل قوت بھی کم نہیں آنے دی۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ

لَحَافِظُونَ (سورہ حجر ع۱)

یعنی اس قرآن کریم کو ہم نے ہی اتارا ہے۔ اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

حفاظت کا یہ طریق کس طرح عمل میں آتا رہا ہے یہ حدیث میں یوں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ

عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ

مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا (ابن ماجہ)

یقیناً خدا تعالیٰ اس امت میں ہر ایک صدی کی ابتدا میں ایک مجدد کو بھیجا کرے گا جو کہ اس دین کی تجدید کرتا رہے گا

یہ ایک نہایت امید افزا اور خوشکن پیشگوئی ہے اور گزشتہ ہر سو سال کے سرے پر یہاں مجددین کے وجود میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پوری ہوتی رہی۔ یہ مقدس وجود آسمانی ہدایت کی روشنی میں وہ فرائض جو اسلام کے نور کو پھیلانے کے لئے ان کے سپرد کئے گئے تھے ادا کرتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

بالآخر آنحضرت کی بہت سی پیشگوئیاں جو چودھویں صدی ہجری سے متعلق تھیں کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ یہ صدی اسلام کیلئے بہت نازک تھی کیونکہ چاروں اطراف سے اسلام پر یلغار کی گئی تمام دوراندر وہی مخالفین نے شدت اختیار کر گئے۔ اس پُر آشوب زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص بندہ یعنی مہدی و مجدد و مسیح موعود جس کی بعثت کا اعلان اس زمانہ کی ضرورت کے مناسب حال تھی اسلام کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ کرنے کیلئے مبعوث فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اپنے مہدی معہود اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ اسی زمانہ میں پیش کیا۔ آپ کی مقدس زندگی بہت سے عظیم الشان واقعات کی حامل تھی۔ اور تمام کی تمام خدمت اسلام میں گذری آپ نے اسی سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ اور علم کلام جس کا کچھ نمونہ حضرت امام غزالی کی کتب میں بھی مل سکتا ہے کی داغ بیل ڈالی حضرت اقدس علیہ السلام نے مسلمانوں کی اصلاح کا بھی کام شروع کیا اور اسلام کی بیرونی حملوں سے حفاظت کا بیڑا بھی اٹھایا۔ آپ نے اپنے قلم اور زبان سے اسلام کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کیں۔ اور یہ ثابت کیا کہ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو موجودہ مادی سائنس کے زمانہ میں انسان کی روحانی پیاس بجھا سکتا ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا کہ خدا تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوتا ہے اور آپ کے ہاتھ پر وہ نشانات و معجزات ظاہر فرماتا ہے جیسے وہ اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو گزشتہ زمانوں میں عطا کر چکا ہے۔ آپ نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ جو شخص دلی خلوص اور وفاداری سے اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہوگا اور خدا تعالیٰ کے رستہ پر چلے گا وہ ضرور آسمانی نشانات دیکھے گا۔ اور اپنے خالق و مالک کی طرح یہ در آواز کو سنے گا۔ ہزارہا لوگوں نے آپ کی آواز کو سنا اور قبول کیا اور آپ کے قدموں میں بیٹھ کر کئی بیش بہا آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کیا۔

اس طرح آپ نے ایک ایسا ماحول پیدا کر لیا جس میں یہ ثابت ہوا کہ اسلام کا خدا زندہ ہے اور زندگی بخش ہے اور مذہب اسلام اپنی زندگی کی جھلک ہر زمانہ میں پیدا کرتا ہے۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے تقریر اور تحریر کے ذریعہ متواتر اس بات کی توضیح فرمائی کہ جب کہ دوسرے مذاہب گزشتہ زمانے کی کہانیوں اور قصوں کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اسلام معجزات اور نشانات دکھانے کی طاقت رکھتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذہب اسلام کی نئی تشریح فرمائی اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ یہ مذہب موجودہ سائنسی زمانے کی فروعات اور ذہنی الجھنوں کو بآسانی دور کر سکتا ہے۔

بہت سے لوگ دہریہ اور متشکک ذہنی حالت میں آپ کے قدموں میں حاضر ہوئے اور آپ کی قوت قدسیہ سے ایمان اور مذہب سے لبریز ہو کر آپ کے دوست ہو گئے حضرت اقدس علیہ السلام نے ہی جماعت احمدیہ کی تاسیس فرمائی جس کو اب بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

احمدیہ جماعت کے کارنامے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان .....

..... کام آپ کے بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب نے بحیثیت خلیفۃ المسیح اول کے سنبھالا۔ آپ ایک نہایت قابل اور عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے نہایت مخلصانہ جذبہ سے جماعت احمدیہ کے اتحاد اور مضبوطی کو قائم رکھا اور چھ سال تک انتھک کوشش سے جماعت کی قابل قدر خدمات سرانجام دیں حضرت مولوی صاحب کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی اور آپ کے بعد خلافت کی ردا سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زیب تن کی گئی۔ حضور کی خلافت کے گزشتہ چوالیس سال میں اسلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا۔ ایشیاء۔ افریقہ، یورپ اور امریکہ کے اہم مقامات میں بیسیوں مسلم مشن قائم ہو چکے ہیں قرآن کریم کے تراجم انگریزی، ڈچ، جرمنی، فرانسیسی، روسی، اطالوی، پرتگیزی، ہسپانوی، چینی، انڈونیشین، ملائی اور کئی ہندوستانی زبانوں میں طبع اور شائع ہو چکے ہیں۔ اور عنقریب دنیا کے مختلف حصوں کے اہم مقامات میں تعمیر کی جا چکی ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے۔ جب اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل پیشگوئی کے مطابق مکمل ہو جائے گا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى

وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

كُلِّهِ ۔ الخ (سورہ الصف ع۱)

یعنی خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔

ہم اس مضمون کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گرانقدر الفاظ سے جن میں آپ نے اپنی بعثت کی غرض کی وضاحت فرمائی ہے ختم کرتے ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"وہ کام جس کیلئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی تھیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان و زمین کا خدا ہے۔"

(لیکچر اسلام ص۲۷)

نیز آپ فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں .....

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا نمایاں پہلو

عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
(المسیح الموعود)

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے مقرب اور محب بننا چاہتے ہو تو پہلے میری پیروی کرو۔ جب تم میری اطاعت میں کھو جاؤ گے تب اللہ تم تمہارے ساتھ محبت کرنے لگے گا۔

گویا اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرمادیا ہے کہ کوئی شخص حُبّ اللہ کا دعویدار نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی نہ کرے۔ اور آپؐ کی اتباع میں کھو نہ جائے۔ جب اللہ کے قرب کے حصول کے لئے یہ قرار پاگیا کہ اس کے لئے آنحضرت صلعم کی کامل متابعت ضروری ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کی کامل اتباع کے لئے آپؐ سے کامل محبت بھی ضروری ہے کیونکہ کامل متابعت مقتضی ہے کامل حُب کی۔ اور جب تک حُب کامل نہ ہو گی، کسی واجب الاطاعت کی اطاعت کاملہ کے لئے جذبات میں ترنگ پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ پس یہ ثابت ہو گیا کہ کامل حب کا لازمہ کامل اطاعت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ بھی قرآن کریم کی ممدوحہ بالا آیت کی تفسیر ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم نے "اتباع" کا مفہوم ایسے واضح الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے کہ معمولی سی عقل کا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ یعنی آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے لئے چارہ نہ تھا۔ یعنی گو وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور اپنے اپنے زمانوں میں مقربین الٰہی تھے۔ مگر اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ دینِ اسلام کو اکمال بخش کر مجھے ارفع ترین مقام سے نوازا ہے وہ دونوں اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو باوجود اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے وہ میری اطاعت کے پابند ہوتے۔

امتِ محمدیہ میں گذشتہ تیرہ صدیوں میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کی بناء پر علیٰ وجہ البصیرت یہ شہادت دی ہے کہ قربِ الٰہی کے حصول کے لئے اتباعِ رسولِ کریم صلعم لازمی شرط ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی شخص قربِ الٰہی سے مشرف نہیں ہو سکتا۔ ان تمام عشاقِ رسولؐ نے آنحضرتؐ کی محبت اور متابعت میں اپنے آپ کو کھو کر اللہ تعالیٰ کو پایا اور اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق اپنے مقامِ محمود کو پہنچے۔

لیکن مقدر تھا کہ اسلام کے اس آخری دور میں اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ پیدا ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے وجود کو بکلی فنا کرکے آپؐ سے قابَ قوسین اَوْ اَدنیٰ کا مقامِ محمود حاصل کرے۔ چنانچہ قرآن کریم، احادیث اور صحفِ سابقہ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ اپنے وقت پر قادیان کی مقدس بستی میں پیدا ہوا۔ جس نے عشقِ رسول اللہ میں فنا اور سرمست ہو کر حبِ رسولؐ کے وہ ترانے گائے جنہیں پڑھ کر ایک مومن پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عشق تھا اس کا مقام اور شان نرالی ہے۔ آپؑ نے اپنی ساری عمر میں آنحضرتؐ کی مدحت میں جو کچھ اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں نثر یا نظم میں تحریر فرمایا ہے، اس کے ایک ایک لفظ سے حبِ رسولؐ ٹپکی پڑتی ہے۔ آپؑ کی کتب اور ملفوظات کو پڑھتے وقت جب وہ مقامات آتے ہیں جہاں آپؑ نے آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنے عشق کا اظہار فرمایا ہے تو ان الفاظ میں ایک عجیب کیف اور شیرینی محسوس ہوتی ہے۔ اور قاری کو ایک احتظاظ سرمدی حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ محسوس کرتا ہے کہ آپؑ عشقِ رسول اللہ صلعم میں گداز ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کی کتب کے ایسے تمام مقامات دوسرے حصوں سے ممتیز ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام جب حبِ رسولؐ میں فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کا قربِ کامل حاصل کر چکے اور خلعتِ نبوت سے سرفراز ہو چکے تو مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ ما وجدنا علیہ آباءنا کے پرستاروں نے آپؑ کے خلاف کفر کے سینکڑوں فتوے صادر کر دیئے۔ مگر محبت کا جوہرِ حقیقی تو مخالفتوں اور روکوں کے وقت ہی ہویدا ہوا کرتا ہے آپؑ ان کفر کے فتوے صادر کرنے والوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کتنے درد کا اظہار ہے اس کلام میں ——!

آپؑ فرماتے ہیں "اے گروہ مکفرین! میری حالت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد عشقِ محمدؐ میں مخمور و مدہوش ہوں اور آپ لوگ مجھ پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں۔ اگر عشقِ محمدؐ میں فنا ہو جانے کا نام کفر ہے تو خدا کی قسم میں کافر ہی نہیں سخت کافر ہوں کیونکہ میں عشقِ رسولؐ میں فنا ہی نہیں سخت فنا ہوں۔

اور پھر آپؑ اپنے محبوب و مطاع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض پرداز ہوتے ہیں ؎

تیرے منہ کی ہی قسم اے مرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

کتنا درد اور سوز و گداز ہے اس فریاد میں جو آپؑ اپنے آقا کے حضور کر رہے ہیں اور کتنی محبت کا اظہار ہے آنحضرت صلعم سے اور دینِ اسلام سے ——!

پھر مخالف آنکھیں بند کرکے اور حقائق سے روگردانی کرکے آپؑ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ آپؑ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور استخفاف کا ارتکاب کیا ہے اور اپنے آپ کو آنحضرت صلعم سے رتبہ میں بڑا بتایا ہے۔ آپؑ اپنی طویل فارسی نظم میں اس اتہام کی تردید یوں فرماتے ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

یعنی اے مخالفین! ذرا سوچو تو۔ میں اپنے دل و جان سے شمعِ محمدؐ کے جمال، حسن و نور پر فدا ہوں۔ میری خاک آلِ محمدؐ کے کوچہ پر نثار ہے۔ تم تو کہتے ہو کہ گویا میں نے نعوذ باللہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلعم پر فضیلت دی ہے۔ خدا کے لئے میرا دعوے بھی تو سن لو جو یہ ہے کہ میں نے اسلام کی خدمت کا جو بیڑا اٹھایا ہے اور اس کے لئے کمرِ ہمت باندھ رکھی ہے اور روحانی خزائن سے دنیا کو مالا مال کر رہا ہوں۔ اور میرا چشمۂ رواں جس سے روحانیت کے تشنگان سیراب ہو رہے ہیں یہ سب کچھ تو آنحضرت صلعم کے بحرِ بیکراں کا صرف ایک قطرہ ہے۔ جو مجھے میری حبِ کاملہ کے باعث آنحضرت صلعم نے عطا فرمایا ہے۔

آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے جو روحانی انوار و برکات عطا فرمائے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کی کامل متابعت اور فنافی الرسول ہونے کے باعث ہی حاصل ہوئے تھے۔ چنانچہ آپؑ اس نعمتِ عظمیٰ کی یوں تحدیث فرماتے ہیں:-

"یہ شرف مجھے آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۵)

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ آپؑ پر نازل فرمایا ہے:-

کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ (تذکرہ)

آپؑ نے عشقِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر جو وجد آفریں نغمے گائے ہیں ان سے آپؑ کی کتب بھری پڑی ہیں اور اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب میں بھی نہیں سما سکتے۔ دیکھئے آپؑ اپنی زندگی، استعداد کا مقصدِ حقیقی کن پاکیزہ اور محبتِ رسولؐ میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ؎

جانم فدا شود بہ دینِ مصطفیٰ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

یعنی میرے دل کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ میری جان دینِ مصطفیٰ کی راہ میں فدا ہو جائے۔ خدا کرے کہ میرا یہ مقصد پورا ہو اور میں کامیاب ہو جاؤں۔

جیسا کہ میں نے اوپر تحریر کیا ہے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی جو محامد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم اور زبان سے نکلے ہیں ان سب کے لئے تو ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہے اور میرا یہ مختصر سا مضمون ان سب کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے میں آخر میں آپؑ کی تحریرات کے بعض اقتباسات درج ذیل کرکے مضمون ختم کرتا ہوں:

(ا) "نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو...... نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے"
(کشتی نوح ص۱۳)

(ب) "اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے ...... اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں......"
(تریاق القلوب ص۶)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

انقلاباتِ زمانہ کو یاد رکھیں اور محاسبہ کریں کہ کیا آپ زکوٰۃ ادا فرما چکے ہیں!

ایک پُر ہیبت و جلال نشانِ الٰہی

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان

ذیل کا مضمون اصحاب احمد جلد ششم (زیر طبع) سے ملخص کر کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے (مؤلف)

انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ بیّنات نشانات ظاہر ہوتے ہیں اور ان میں زندہ خدا کی تجلیات مشاہدہ میں آتی ہیں چنانچہ ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی ایک قہری تجلی کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا اکثر حصہ سلسلہ کے لٹریچر میں پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے۔

قاضی ظفر الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، صاحب علم و فضل تھے۔ رسالہ نسیم الصبا (عربی) کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ جن چھیاسی سجادہ نشینوں اور علماء کو فصیح عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کی دعوت دی تھی ان میں قاضی صاحب کا بھی نام شامل تھا۔ اسی طرح اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی دعوت میں بھی قاضی صاحب مذکور مخاطب تھے۔ اور حضرت اقدس نے لکھا تھا کہ اگر ان مخاطبین نے عمداً کنارہ کشی کی تو ان پر لعنت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ ان کے سر کے تکبر کے کیڑے کو جڑ سمیت نکال دے گا جس کا ذکر آخر پر کیا جائے گا۔ گویا قاضی صاحب مخالفین میں سے ایک مشہور اور نامور شخصیت کے مالک تھے۔ پہلا نشان یہ ظاہر ہوا کہ اعجاز احمدی کا قاضی صاحب نے جواب لکھنا شروع کیا لیکن ابھی تکمیل نہ کرنے پائے تھے کہ مہلک مرض میں مبتلا ہو کر ہزاروں حسرتوں کے ساتھ ناکام و نامراد دنیا سے ۴ دسمبر ۱۹۰۲ء کو اٹھ گئے۔ نہ وہ اس کا جواب شائع کر سکے نہ مولوی ثناء اللہ وغیرہ مخالفین۔

دوسرا نشان۔ ان کے رشتہ کے فیض اللہ خان نے (جو نائب تحصیلداری کا امیدوار تھا) مسودہ شائع کرنے کی کوشش کی اور سالہا سال منشی محبوب علی صاحب جالندھری سے مباہلہ کیا۔ مباہلہ کا گواہ عظیم اللہ جو قاضی ظفر الدین صاحب کا بھائی تھا۔ اور سخت مخالف احمدیت تھا وہ طاعون سے آناً فاناً اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

تیسرا نشان۔ ابھی عظیم اللہ کو دفنا کر آئے ہی تھے کہ فیض اللہ خان کی بہن کو طاعون ہوئی اور وہ بھی فوراً ہلاک ہو گئی۔

چوتھا نشان۔ اس لڑکی کو دفن کر کے آئے تو مباہلہ کرنے والے فیض اللہ خان کو طاعون نے آ دبایا اور کئی دن نہایت اضطراب میں مبتلا رہ کر گویا صداقتِ احمدیت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہوا مباہلہ کے دس ماہ بعد جھنگ میں ہلاک ہو گیا (مباہلہ کی وجہ سے اس کے ہلاک ہونے کا ذکر تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۷ تا ۱۴۹ میں مندرج ہے)

پانچواں نشان۔ بیوہ قاضی ظفر الدین اپنے بیٹے فیض اللہ خان کا تابوت جھنگ سے اپنے گاؤں لے جانا چاہتی تھی لیکن فیض اللہ کے چچا اس طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ اور ان سے بیوہ مذکورہ کی ناچاقی ہو گئی۔ چنانچہ اس نے خود انتظام کیا اور کسی کو تابوت لینے کے لئے بھیجا۔ چونکہ تابوت وزنی تھا اس لئے اس شخص نے راستہ میں اسے کھولا اور کچھ ہڈیاں وغیرہ کپڑے میں باندھ لیں اور کچھ ہڈیاں وغیرہ وہیں چھوڑ دیں۔ گویا اس طرح مباہلہ کرنے والے کی ہڈیوں کی تذلیل ہوئی۔

چھٹا نشان۔ ظفر الدین کے چھوٹے لڑکے سیف اللہ نے بی۔ اے پاس کیا وہ سوزاک کی خبیث مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کا یہ شغل تھا کہ وہ سارا دن اپنے باپ کی لائبریری میں طبلہ اور سارنگی بجانے میں گذارتا۔ لوگ تعجب کرتے اور اسے کہتے کہ تمہارا باپ کتنا بڑا عالم تھا اور تمہارا یہ شغل ہے تو وہ کہتا کہ طبیبوں نے میرے مرض کا مجھے یہی علاج بتایا ہے۔ آخر وہ اسی حالت میں مر گیا۔

ساتواں نشان۔ بیوہ قاضی ظفر الدین ذی وجاہت خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے پردہ کی سخت پابند تھی۔ لیکن اپنے لڑکے کے تابوت گاؤں منگوانے کے تعلق میں اپنے خاوند کے بھائی قاضی نظیر حسن صاحب سے (جو بعد میں احمدی ہو گئے تھے) ناچاقی ہو گئی تھی۔ اس لئے اسے اپنی اراضی وغیرہ کے انتظام کے لئے دوسروں کا دست نگر ہونا پڑا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں لاہور کے ایک ڈاکٹر سے میل جول بڑھا اور اس کی بدنامی ہوئی۔ اور ایک عرصہ تک ایسی خواری کی زندگی بسر کرنے کے بعد وہ بھی طاعون کا شکار ہو گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعجاز احمدی (ص ۴۹) میں فرمایا تھا کہ

اے میرے کافر کہنے والے (ثناء اللہ امرتسری) گذشتہ سب باتیں چھوڑ دے اور میری مانند قصیدہ لکھ پھر تو فتح یاب ہے۔ ہم نے یہ بھی قبول کیا کہ اگر تو مقابلہ کرے تو اپنے رفیق بنا لے اور ہم ان کے لکھنے میں تجھے کوئی سرزنش نہیں کریں گے پس اے ابو الوفا (ثناء اللہ) تجھے اس لڑائی میں کیا خوف ہے؟ چاہیے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی یا قاضی ظفر الدین یا اصغر علی اس کا جواب لکھیں۔ اور میں ان کے سر میں تکبر کے کیڑے دیکھتا ہوں اور خدا چاہے تو وہ کیڑے نکال دے گا اور جڑھ سے اکھاڑ دے گا (ترجمہ)

نیز حضور نے فرمایا:-

"اگر اب مولوی ثناء اللہ اور دوسرے میرے مخالف پہلو تہی کریں اور بدستور مجھے کافر اور دجال کہتے رہیں، تو یہ ان کا حق نہیں ہو گا کہ مغلوب اور لاجواب ہو کر ایسی بیباکی ظاہر کریں اور وہ پبلک کے نزدیک جھوٹے ٹھہریں گے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وہ سب مل کر اردو مضمون کا جواب اور قصیدہ مشتمل بر واقعات لکھ دیں۔۔۔۔

۔۔۔ انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا۔ تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہیے کہ مجھے چھوڑ دیں قطع تعلق کریں۔ لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دس ہزار روپیہ کے انعام سے محروم رہیں گے۔ بلکہ دس لعنتیں ان کا ازلی حصہ ہوگا۔"

(ص ۹۰)

اے ناظرین! دیکھا آپ نے خدائے ذو الجلال والجبروت کی یکے بعد دیگرے تجلی۔ کہ جس کا غضب بھڑکا تو فرستادہ الٰہی کی تکذیب و مقابلہ کی پاداش میں اس نے اس خاندان کا ایک ایک فرد کا تعاقب کیا۔ اور اُسے عبرت کا مرقع بنا دیا۔ ان لوگوں کے خاندان کا استیصال ہوا۔ مرنے کے بعد ہڈیوں تک کی ذلت ہوئی۔ قبروں اور گھروں کے نشانات تک نیست و نابود ہو گئے۔ ان کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہا بلکہ جو کچھ عرصہ تک زندہ رہے تو وہ بھی اپنے خاندان کے لئے ذلت و نکبت کا مجسم نشان اور زندگی بھر عبرت کا موجب بنے رہے۔ اس طرح ان کے نخوت کو خاک میں ملا دیا۔ کاش مخالفین دیدۂ عبرت وا کریں۔ اور ہمارے زندہ خدا کے زندہ نشانوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور سوچیں کہ کیا کسی غیر صادق کے لئے اللہ تعالیٰ کی غیرت اس طرح جوش میں آتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!!

درخواستہائے دعا

(۱) محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل بوجہ ضعیفی العمری اکثر بیمار رہتے ہیں جملہ احباب جماعت موصوف کی صحت و عافیت اور حسنات دین و دنیا کے میسر آنے کے لئے دعا فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

(۲) میرے بڑے بھائی چوہدری حق نواز صاحب کو بعض پریشانیاں لاحق ہیں نیز بعض مخالفین کی طرف سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت سے مؤدبانہ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی صاحب کو مخالفین کے ہر شر سے محفوظ رکھے اور جملہ پریشانیوں کو دور فرمائے۔ نیز میں خود بھی عرصہ دس سال سے شدید نزلہ زکام سے بیمار رہتا ہوں۔ صحتیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار محمد عبد اللہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان۔

(۳) جناب اقبال احمد صاحب ان دنوں سخت بیمار ہیں حالت تشویشناک ہے انکی صحت کاملہ و درازی عمر کے لئے احباب جماعت و درویشان قادیان کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے مبارک ماہ شروع ہے اس پر مساعی خادم کی روحانی ترقی اور اہل و عیال کی دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ خادم سید فضل عمر کٹکی واقف زندگی۔

ولادتیں (۱) مجھے خدا تعالیٰ نے یکم رمضان المبارک ۱۱ مارچ ۱۹۵۹ء کو بچی عطا فرمائی ہے بزرگان کرام اور احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو خادمِ دین نیک و صالح ہو اور ہم سب کے قرۃ العین ہو آمین۔ خاکسار محمد عبد اللہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

(۲) ۱۲ مارچ ۱۹۵۹ء کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے خاکسار کو ایک لڑکا عطا فرمایا مولود عزیز مکرم مولوی سید فضل عمر صاحب سلمہ اللہ واقف زندگی کا دوسرا لڑکا ہے حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ اور بزرگان سلسلہ اور جملہ درویشان قادیان سے درخواست ہے کہ نومولود کے لئے دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ اسے نیک اور صالح خادم دین و اسلام و احمدیت بنا کر والدین کیلئے قرۃ العین بنا دے اور درازی

بہشتی مقبرہ کے لئے وصیت کی ضرورت اور اس کی اہمیت

(از حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ)

۱۹۰۵ء میں حضرت امام الزمان علیہ التحیۃ والسلام کے ذریعہ نظام نو کی تجدید کا اعلان کیا گیا وہ مبارک "نظام وصیت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی دوسرے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے جن عظیم اجتماعی اور عالمگیر فوائد کی نشان دہی اس مبارک نظام میں کی گئی ہے۔ وہ ایک الگ اور مستقل مضمون ہے جس کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "نظام نو" میں مفصل بحث کی گئی ہے جس میں با دلائل اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کی بین الاقوامی اقتصادی کشمکش کا فی الحقیقت واحد حل اس بابرکت نظام کا نفاذ اور اس کی ترویج ہے۔

ذیل کے مضمون میں اسلامی لٹریچر کی روشنی میں بہشتی مقبرہ کے لئے وصیت کے انفرادی پہلو کو زیادہ واضح کیا گیا ہے۔ اور یہ قیمتی مضمون اس فاضلانہ تقریر کا ایک حصہ ہے جو حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے قادیان کے کسی جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمائی تھی۔ ہمیں یہ قیمتی مضمون دفتر بہشتی مقبرہ قادیان سے حضرت مولانا رضی اللہ عنہ کے تبرکات سے ملا ہے۔ اس کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ قبل ازیں یہ کسی اخبار میں شائع ہو چکا ہے یا نہیں تاہم دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کی طرف سے ہندوستانی جماعتوں کو جو ۲۵ سے ۳۱ مارچ تک ہفتہ وصیت منانے کی تحریک کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ پُرمعارف مضمون امید ہے کہ احباب کے خصوصی استفادہ کا موجب ہوگا۔ (ایڈیٹر)

وہ یار جنتی عشرہ مبشرہ (جن کو لوگ وہ یار جنتی کہا کرتے ہیں) تو مشہور ہی ہیں جن کو صاف صاف کھلے طور پر جنتی ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ مثلاً حدیث میں آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن ایک کنوئیں پر گئے اور ایک صحابی کو اس نے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ اور آپ وضو کر کے کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور دونوں لاتیں ننگی کر کے اس کے اندر لٹکا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ آئے تو دربان نے ان کو کھڑا کر دیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ابوبکر اجازت چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اِئْذَنْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ اس کو اجازت دے اور اس کو جنت کی خوشخبری دے دے۔ چنانچہ اس نے آ کر ان کو کہا کہ حضور نے اجازت دی ہے اور آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اندر جا کر دونوں ٹانگیں کنوئیں میں لٹکا کر حضورؐ کے پاس منڈیر پر بیٹھ گئے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ آئے۔ اور دربان نے اُن کے لئے بھی اجازت چاہی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اِئْذَنْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ اور اس نے آ کر اُن کو اجازت اور بشارت سنائی۔ تو آپ بھی اندر آ کر اسی طرح پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے۔ تو اُن کے لئے بھی حضورؐ نے اِئْذَنْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ فرمایا اور وہ بھی اسی طریق پر منڈیر پر بیٹھ گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو یہ نقشہ دکھا کر بتا دیا گیا تھا کہ یہ جنتی ہیں۔ تو حضورؐ نے عملاً اس کو پورا کر دیا۔

شاہ عبد العزیز صاحب کا ایک واقعہ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ مجھے ایک دفعہ بتایا گیا کہ آج عصر کی نماز میں جو ستر آدمی تیرے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ جنتی ہیں جب نماز عصر کا وقت آیا۔ اور نماز شروع کرنے سے پہلے میں نے شمار کیا۔ تو پورے ستر آدمی تھے۔ مگر ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو مخالف تھا بلکہ وہ ہم کو کافر کہتا تھا۔ اس پر میں حیران ہوا کہ یہ کس طرح جنتی ہو گیا۔ میں کچھ تھوڑی دیر ٹھہرا بھی کہ شاید یہ چلا جائے۔ لیکن وہ بیٹھا رہا۔ آخر مجھے یہ خیال آیا کہ خدا تعالیٰ کا علم بہت باریک ہے جس تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ تب میں نے نماز پڑھانی شروع کی۔ مگر جب سلام پھیرا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس کی جگہ گاؤں کا رہنے والا ایک دوست کھڑا تھا جو کہ ہمارے مخلص دوستوں میں سے تھا۔ دریافت کرنے پر اس نے بیان کیا کہ میں ایک ضروری کام کو جا رہا تھا۔ یہاں سے بھاگتا ہوا گذرا تو اندر نظر پڑی کہ جماعت کھڑی تھی۔ میں نے یہ خیال کیا کہ پہلے نماز با جماعت پڑھ لوں۔ اندر آ کر دیکھا تو آپ کے پیچھے صف میں ایک آدمی کی جگہ خالی تھی۔ میں اس جگہ کھڑا ہو گیا۔ اسی اثناء میں وہ مخالف آیا اور کہنے لگا کہ نماز شروع کرنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میرا وضو نہیں ہے جب میں وضو کے لئے گیا تو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا کہ اب پیشاب بھی کر لوں۔ میں جب وضو سے فارغ ہوا تو نماز ختم ہو چکی تھی۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض علامات بھی (بیان) فرمائی ہیں۔ جو کہ یقین کی موجب تو نہیں۔ مگر ترجیح اور حسن ظن کی باعث ہو جاتی ہیں۔ مگر ایک تو اُن میں سے اکثر بہت کم درجہ روایات سے ساقط پہنچی ہیں۔ دوم اُن کی نسبت یہ احتمال بھی ہے۔ کہ حضورؐ کو کسی خاص آدمی کی نسبت یہ علم دیا گیا ہو۔ اور آپ نے اُس کی نسبت بیان کیا ہو۔ لیکن راویوں نے اس کو عام کے رنگ میں بیان کر دیا ہو۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہریرہ رضؓ کو حضرت عمرؓ کی نسبت یہ فرمایا کہ اس دیوار کے پرے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہوا تجھے ملے۔ اُس کو جنت کی بشارت دے۔ چنانچہ باہر نکل کر اُن کو حضرت عمرؓ ملے۔ اور اُن کو یہ بشارت دی۔ گو حضرت ابوہریرہؓ نے اس کو عام سمجھ لیا مگر جو سچے طالب ہوتے ہیں۔ وہ پھر بھی اُن کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ایک واقعہ چنانچہ مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جو کہ بڑے عالم اور بڑے باخدا شخص تھے کسی روایت میں پڑھا تھا۔ کہ جمعہ کے دن جس میں چار امور جمع ہیں۔ وہ جنتی ہوتا ہے یعنی نماز جمعہ۔ نماز جنازہ۔ عیادت مریض۔ نکاح پڑھنا۔ اتفاق سے جب کسی جمعہ کے دن پہلے تین امور جمع ہو گئے۔ اور فقط نکاح پڑھنا باقی رہ گیا۔ تو اُس کو پورا کرنے کے لئے اُنہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے ایک طالب علم سے پڑھ دیا۔ جس کا نام پیرجی عبد اللہ تھا۔ جو انبیٹھ کا رہنے والا تھا۔ پھر وہ علیگڑھ کالج میں دینی مقرر ہو گیا تھا۔ مگر مولانا محمد قاسم جیسے شخص کو تو یہ اتفاق کس قدر وقت سے ایک دفعہ میسر آیا۔ لیکن قادیان (زادھا اللہ شرفاً و عظمہا) میں بیسوں دفعہ یہ موقع مجھے ملا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو کئی کئی نکاحوں کے خطبے پڑھے۔ اور بہت سی نماز جنازہ پڑھائی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جنتیوں کا پتہ دیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دین کی تکمیل تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی۔ مگر اُس کی تبلیغ کی تکمیل مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے ہوگی۔ مگر میں کہتا ہوں۔ جنتیوں کو اسی دُنیا میں جنتی قرار دینے کا طریق تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔ مگر اس پر عمل کرنے کی نسبت پیشگوئی کر دی۔ کہ مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے ہوگا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعودؑ اپنی جماعت کے لوگوں کو اُن کے مدارج کی خبر دے گا۔ جو کہ اُن کے لئے جنت میں ہیں۔ اور یہ حدیث صحیح مسلم کی جلد ثانی باب ذکر الدجال میں ہے جو کہ نواس بن سمعان سے مروی ہے۔ اور جس میں قتل دجال کے ذکر کے بعد یہ عبارت ہے کہ ثُمَّ یَأْتِیْ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَہُمُ اللّٰہُ مِنْہُ فَیَمْسَحُ عَنْ وُجُوْہِہِمْ وَیُحَدِّثُہُمْ بِدَرَجَاتِہِمْ فِی الْجَنَّۃِ۔ پھر عیسیٰ بن مریم کے پاس وہ لوگ آئیں گے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے دجال سے بچایا ہوگا۔ وہ تو اُن کو تسلی دے گا۔ اور اُن کو جنت میں اُن کے مدارج بتائے گا۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اتباع کرنے والوں کو جو دجال کے فتنوں سے بچے ہوں گے۔ اُن کو جنت کے درجے بتائیگا۔

ضرورت وصیت اب اس کے بعد میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں اور وصیت کی ضرورت بتاتا ہوں۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ مومن کی اصلی غرض یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے درباری غلاموں اور مقربین میں سے بن جائے۔ اور ایسے لوگ وہی ہوں گے جن کو پاس کر کے جنت میں جمع کیا جائے گا۔ دوسرے لوگ اس قابل نہ ہوں گے۔ کہ خدا کے مقرب بنیں۔ کیونکہ جنت ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں خدا کا لقا اور دیدار اور قرب حاصل ہوتا ہے۔

اہم ترین مقصد پس جنت اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے ایک مقام معین ہے اس لئے سب سے پہلے اور سب سے اہم ترین مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ میں کس طرح جنت میں چلا جاؤں۔ کیونکہ جب تک میں اس مقام تک نہیں پہنچتا۔ تب تک خدا تعالیٰ کے درباری بننے کا موقعہ بھی نہیں پا سکتا۔ اور اس اہم ترین مقصد کی نسبت میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت پہلے سے یہ بتا دیا تھا کہ وہ دجال کے فتنے والے سے بچے ہوئے لوگوں کو اُن کے جنت کے درجے بتائیں گے۔ پس اب میں آپ لوگوں کو بتا دوں گا کہ کس طرح آپ نے لوگوں کے درجے جنت میں بتائے۔ اور پھر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ آپ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق کے بعینہٖ موافق بتائے ہیں۔

قادیان کا بہشتی مقبرہ

جب کہ میں نے عشرہ مبشرہ کے متعلق بتایا ہے۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذریعہ کشف یا رویا یہ نظارہ دیکھا۔ اور پھر اُسے بظاہر پورا کر دکھایا۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بہشتی مقبرہ قادیان کے متعلق خواب میں دیکھا۔ چنانچہ رسالہ الوصیت میں آپ فرماتے ہیں:۔

"اور مجھے ایک جگہ دکھلائی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر اس نے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھائی گئی۔ کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اُس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی۔ اور اُس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔"

کشف کو ظاہری حوالہ پھر پورا کرنا

بہشتی مقبرہ کے متعلق جو کشف آپؑ نے دیکھا اس کو بیان کرنے کے بعد اسی رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس صورت کو بھی پیش فرماتے ہیں۔ جس صورت میں حضور علیہ السلام نے اُسے ظاہری طور پر پورا کرنے کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ حضور رعبہ بالا عبارت کے ساتھ ہی فرماتے ہیں:۔

"تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی۔ کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے۔ لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں۔ اس لئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التواء میں رہی۔ اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی۔ میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے۔ اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت [illegible] ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی۔

قطعہ زمین کیلئے [illegible]

زمین کو اس قبرستان کے لئے تجویز کرکے جس کا نام کشف میں بہشتی مقبرہ بتایا گیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے اسی موقعہ پر ہونے کے متعلق تین بار بڑے الحاح سے دعائیں کیں۔ وہ دعائیں یہ ہیں۔

(۱) "اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یا رب العالمین"

(۲) "پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا۔ جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے۔ اور دنیا کے اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یا رب العالمین"۔

(۳) "پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے۔ کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے۔ اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یا رب العالمین"۔

نظارہ کشف کو عملی جامہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ دیکھا کشف میں دیکھا۔ اور اس کشف میں دیکھے ہوئے نظارے کو حضور نے خدا ہی کی بشارت کے ماتحت ظاہری صورت بھی دی۔ جو بالکل اسی شان پر ظاہر ہوئی۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا کہ آپ ایک صندوق پر بیٹھے ہیں۔ اور دس ایسے آدمی آپ نے دیکھے ہیں۔ جو جنتی تھے۔ پھر جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دیکھا۔ اسی صورت میں ظاہری طور پر بھی کر دیا۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بہشتی مقبرہ کا نقشہ دکھایا گیا۔ اور حضورؑ نے اس نقشہ کے مطابق اس کو بنایا۔ اب اس نقشہ کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ حضور فرماتے ہیں۔

"چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں۔ جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا۔ کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں۔ جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں۔ اور سب کو بجا لانا ہوگا۔"

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونیکی پہلی شرط

اُن شرطوں میں سے جو کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے ہیں۔ پہلی شرط ایسی ہے جو اس نقشہ کو بھی پیش کر رہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشف میں دیکھا۔ اور جس [illegible] کے لئے بعض شرائط لگانے کی طرف وحی خفی کے ماتحت حضورؑ کا دل مائل کیا گیا۔ اور اس شرط کو بھی پیش کر رہی ہے۔ جس کے بجا لانے کے بعد ایک شخص استحقاق کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اس قبرستان میں دفن ہو وہ پہلی شرط یہ ہے۔

(۱) الف۔ اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے۔ لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی۔ اور اُس کے خوشنما کرنے کے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے۔ اور ایک کنواں لگایا جائے گا۔ اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے۔ اس لئے وہاں ایک پل لگایا جائے گا۔ اور ان متفرق اخراجات کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہے۔ سو کل تین ہزار روپیہ ہوا۔ جو اس کام کی تکمیل کے لئے خرچ ہوگا۔

(ب) سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے۔ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے۔ اور یہ چندہ محض اُنہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ کہ دوسروں سے۔

بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے لیکن اگر خدا نے چاہا۔ تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے۔ کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا۔ اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

دوسری شرط

"دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا۔ جو یہ وصیت کرے۔ جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک کامل الایمان کو اختیار ہوگا۔ کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ لیکن اس سے کم نہیں ہوگا اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔ اور خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا اس لئے امید کی جاتی ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے۔ وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ جو ان کے جانشین ہونگے۔ اُن کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہوگا۔ جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت بڑھایا جائے یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اُس قادر کا ارادہ ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی۔ جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں۔ وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھا دیں۔ اور دنیا سے پیار نہ کریں (باقی صفحہ ۱۹ پر)

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کسرِ صلیب

(از مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش دہلوی ۔ قادیان ۔)

بخاری شریف میں حضرت مسیح موعود کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے کہ

والذی نفسی بیدہ
لیوشکن ان ینزل فیکم
ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر
الصلیب ویقتل الخنزیر
ویضع الجزیة

اس حدیث نبوی کی روشنی میں آنے والے مسیح موعود کے کاموں میں سے اس کا ایک بڑا کام کسرِ صلیب بھی قرار دیا گیا اب یہ سوال کہ کسرِ صلیب سے کیا مراد ہے ۔ کیا مسیح موعود عیسائیوں کی صلیبیں جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں لکڑی لوہے چاندی وغیرہ کی بنی ہوئی ہوں گی جو ہر عیسائی گھرانے میں کم و بیش پانچ دس بیس موجود ہوں گی کیا مسیح موعود ان صلیبوں کو جگہ بجگہ دربدر گھومتا توڑتا پھرے گا ۔ اور کیا امریکہ ۔ یورپ ۔ آسٹریلیا ۔ افریقہ ۔ ایشیا اور دوسرے ممالک کی صلیبیں توڑ ڈالنا ایک شخص کے لئے ممکن بھی ہے ؟ اور کیا یہ ممکن نہیں کہ جن جن علاقوں سے صلیبیں توڑ کر مسیح موعود آگے بڑھے کیا وہ پھر چوبی آہنی اور دوسری دھاتوں کی صلیبیں دوبارہ نہ بنا لی جائیں گی ؟ الغرض عیسائی دنیا کا بار بار صلیبیں بناتے جانا اور ہر بار مسیح موعود کا ان کو توڑتے چلے جانا ناممکن سی بات ... ہے وہاں حد درجہ بے سود اور مضحکہ خیز بھی ہے آخر اس میں کونسی اسلامی خدمت پنہاں ہے جس کے لئے بعثت سے ایک برگزیدہ انسان کو بلایا گیا ۔ اور ! کیا اس طریق سے عیسائی دنیا اسلام کے قریب ہوگی یا متنفر ہوکر بُعد اختیار کرے گی !!

پس معلوم ہوا کہ کسرِ صلیب کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں جو عامۃ المسلمین اس حدیث سے سمجھتے ہیں ۔ مگر مخبرِ صادق کی بات بھی اپنی جگہ نہایت معتبر اور ناقابلِ تردید حقیقت رکھتی ہے پھر کسرِ صلیب کا مطلب؟

کسرِ صلیب کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے صلیب کی حقیقت کو ذہن نشین کر لیا جائے ۔ اور مسیح علیہ السلام کے صلیب دیئے جانے کے متعلق مختلف نقطہ ہائے نظر کا جائزہ لے لیا جائے چنانچہ اس بارہ میں چار قسم کے عقیدے پائے جاتے ہیں :-

(۱) پہلے نمبر پر یہود کا عقیدہ ہے جن کا یہ دعوٰی ہے کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر مار دیا ۔ اور بموجب فیصلہ بائیبل کہ جو کاٹھ پر چڑھایا گیا وہ لعنتی ہے ۔ اس لئے مسیح لعنتی موت مرا ۔ وہ (نعوذ باللہ) جھوٹا تھا اس لئے ہمیں اُس پر ایمان لانے کی چنداں ضرورت نہیں ۔

(۲) دوسرے نمبر پر مسیحیوں کا عقیدہ ہے جو مسیح کی لعنتی موت کے تو قائل ہیں مگر وہ اس سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ بیگناہ یسوع نے ہم سب گنہگاروں کو چھٹکارا دلانے کے لئے لعنتی موت قبول کی اور صلیبی موت کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہوگیا اور ثالوث کے اقانیم ثلاثہ میں سے دوسرے ابنیت کے اقنوم کا مظہر تھا اور اس طرح وہ ہم سب کے لئے کفارہ ہوگیا ۔ اس لئے اب جو شخص یسوع مسیح کی صلیبی موت پر یقین رکھے وہ شخص اپنے اس اعتقاد کی بنا پر نجات کا حقدار قرار پاگیا ۔

(۳) تیسرے نمبر پر عامۃ المسلمین (غیر احمدیوں) کا عقیدہ ہے جن کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام سرے سے صلیب پر لٹکائے ہی نہیں گئے بلکہ جب سپاہی حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب کے لئے لے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اُٹھا لیا اور ان کی جگہ ایک سپاہی کو آپ کا ہمشکل بنا کر صلیب پر مار دیا گیا ۔

اب قبل اس کے کہ صلیب مسیح کے بارہ میں چوتھا عقیدہ بیان کیا جائے کہ جو وجہ کے لئے کسرِ صلیب کا مطلب سمجھنے کے لئے مذکورہ بالا سہ عقائد پر غور کر لیا جائے کہ کیا ان میں سے کسی ایک عقیدہ کی حمایت سے بھی کسرِ صلیب ہوتی ہے ؟

یہود و نصارٰی کے باہمی اختلاف کے باوجود یہ بات تو واضح ہے کہ مسیح علیہ السلام کے صلیب پر لٹکائے جانے سے خود صلیب نے مسیح پر اپنا کام پورا کر لیا اس طرح بجائے کسرِ صلیب ہونے کے کسرِ مسیح لازم آیا ۔ ــــــــ رہا عامۃ المسلمین کا خیال سو اس کے مطابق جب مسیح علیہ السلام صلیب کے قریب بھی نہیں گئے تھے تو صلیب کو توڑنے یا اس کے باقی رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ـــــ البتہ صلیب مسیح کی جو صورت چوتھے نمبر پر احمدیوں کی طرف سے بیان کی جاتی ہے وہ اس بات کو بالکل عیاں کر دیتی ہے کہ اگرچہ تمام ظاہری حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ صلیب مسیح پر اپنا کام کر جاتی ۔ مگر اس کے باوجود صلیب اپنے مقصد میں ناکام رہی اور مسیح علیہ السلام صلیب سے زندہ اور سلامت بچ گئے ۔

یہ وہ صورت ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اناجیل کے حوالوں اور تاریخی شواہد سے پیش کی ۔ آپ نے اس بات کو ثابت کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہود نا مسعود نے سولی پر تو ضرور چڑھا دیا مگر یہود اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے اور مسیح علیہ السلام صلیب سے زندہ اُتر آئے ۔ اُس وقت ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ صلیب پر لٹکائے جانے کے جلدی بعد ایک سخت آندھی چلی اور سب لوگ قہر الٰہی کا نظارہ دیکھ کر گھبرا گئے یہ سب کچھ جمعہ کے تیسرے گھنٹہ میں ہوا ۔ اگلے روز سبت تھا ۔ رات ہونے سے پہلے تمام مصلوبین کو صلیب سے اُتارا جانا ضروری تھا ۔ چنانچہ جلدی ہی حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب سے اتار دیا گیا اور چند ہمدردوں کی کوشش سے ایک کمرہ نما قبر میں تین دن رات رکھا جا کر آپ کے زخموں پر مرہم پٹی ہوتی رہی ۔ اور اس طرح بعد علاج معالجہ آپ اچھے ہو گئے اور بالآخر ملک شام سے ایک لمبی سیاحت کرتے ہوئے ملک کشمیر کی طرف ہجرت کر آئے اور اس جگہ اپنی طبعی موت سے وفات پائی اور محلہ خانیار میں مدفون ہوئے !!

اس مختصر سی تفصیل سے کسرِ صلیب کا مسئلہ بھی حل ہوگیا ۔ کیونکہ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے پختہ دلائل اور اناجیل وغیرہ کے حوالوں سے مسیحی عقیدہ کا بطلان ثابت کر دیا تو کفارہ پر قائم شدہ مسیحیت کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گر گئی ۔ اور کفارہ کا مسئلہ ھباءً منثوراً ہوگیا ۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب کوئی مسیحی بھی احمدیوں کے سامنے دم نہیں مار سکتا ۔ عیسائیت کا ایک عظیم طوفان جو مغرب سے نکل کر ایشیا افریقہ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتا آ رہا تھا ۔ وہ مسیح موعود کے پختہ دلائل کی چٹان سے ٹکرا کر ختم ہوگیا ۔ اور اب تو یورپ بھی احمدیت کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسیحی عقیدہ کو خیرباد کہہ رہا ہے ۔ اور یورپ و امریکہ کے لوگوں میں بھی یہ کہنے کی جرأت پیدا ہوئی ہے کہ مسیح نہ خدا تھا نہ خدا کا بیٹا اور نہ اُس کی خدائی میں شریک ۔ بلکہ وہ ابن مریم اور اللہ کا نبی تھا !!

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا از روئے دلائل یہ ثابت فرمانا کہ مسیح آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے بلکہ لمبی عمر پا کر طبعی موت سے اپنے خالق و مالکِ حقیقی کے پاس جا پہنچے ۔ نہ خدا تھے نہ خدا کا بیٹا نہ خدائی صفات آپ میں پائی جاتی تھیں ۔ ان سب باتوں کا تاریخی شواہد اور عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دینا ہی کسرِ صلیب تھا مسیح کا وفات یافتہ ثابت کر دینا صلیبی عقیدہ کی موت تھی ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عامۃ المسلمین کی توجہ کو بھی اسی بات کی طرف مبذول فرمایا ۔ اور انہیں تلقین کی کہ :-

" اے میرے دوستو ! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے ۔

تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیزہ کو ضائع کرو ۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا ۔

یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے ۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے ۔ !!

چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے ۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے "

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۰ و صفحہ ۵۶۱)

جماعت احمدیہ اور آریہ سماج

از جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔اے ناظر امور عامہ قادیان

انیسویں صدی کے اواخر میں جو مذہبی تحریکات پنجاب میں منصۂ شہود پر آئیں۔ ان میں آریہ سماج ہندوؤں میں اور جماعت احمدیہ مسلمانوں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ ان دونوں تحریکات کی بنیاد تقریباً ایک زمانہ میں رکھی گئی۔ لیکن یہ دونوں اپنی تعلیمات عقائد اور اثرات کے اعتبار سے وسیع اختلاف رکھتی ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ انکی بعض خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:۔

آریہ سماج کی بعض خصوصیات

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے بعض دوسرے ہندو فرقوں کے طریق کے خلاف مورتی پوجا (بت پرستی) کے خلاف پرچار کیا۔ اور اس کو ویدوں کی تعلیم کے منافی قرار دیا۔ ہندو مذہب اپنی ابتداء سے ہی غیر تبلیغی مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے لیکن سوامی جی نے ان پرانے اصولوں کو چھوڑتے ہوئے اس میں تبلیغی سپرٹ داخل کرنیکی کوشش کی۔ اور غیر مذاہب کے ماننے والوں کو شدھ کرنا جائز قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ بت پرستی کو چھوڑتے ہوئے خدا کی وحدانیت کی تعلیم دینا اور ایک غیر تبلیغی مذہب کو تبلیغی سرگرمی پر آمادہ کرنا کسی خارجی اثر کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان نے اس تعلق میں لکھا ہے کہ:۔

"آریہ سماج اسلام اور عیسائیت کے اثرات کا ردِ عمل ہے خاص طور پر اوّل الذکر مذہب کا۔ ۔ ۔
آریہ سماج اسلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔"

(Discovery of India صفحہ ۲۹۸/۲۹۹)

بانیٔ آریہ سماج نے بیشک مورتی پوجا کا کھنڈن کیا اور خدائے واحد کا عقیدہ ہندوؤں میں پھیلانے کی کوشش کی۔ لیکن اسلامی توحید کے درخشاں سورج کے سامنے سوامی جی کی پیش کردہ ناقص وحدانیت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ کیسے جل سکتا تھا۔

روح و مادہ انادی

آریہ سماج کے عقائد کی رو سے جیو یعنی روح اور پر مانو یعنی مادہ بھی پرمیشور کی طرح انادی اور ازلی ہیں اور وہ ان کا خالق یا پیدا کرنیوالا نہیں گویا پرمیشور کو صرف جوڑنے توڑنے کا اختیار ہے وہ مادہ اور روح کو اول مرتبہ پیدا کرنیکی طاقت نہیں رکھتا۔

آریہ سماج کا مسئلہ کلام

چونکہ بانیٔ آریہ سماج نے "ویدوں کی طرف واپس جاؤ" کا نعرہ بلند کیا اور ویدوں کو ابتدائے آفرینش میں نازل ہونیوالی الہامی کتاب مانا۔ اس لئے انہوں نے ان تمام الہامی مذاہب اور مقدس کتابوں کی صداقت کا انکار کیا جو زمانہ مابعد میں مختلف علاقوں اور وقتوں میں خدا کی طرف سے بھیجی گئیں۔ چنانچہ آریہ سماج کا مسئلہ کلام اسی محور کے گرد چکر لگاتا ہے کہ سوائے ویدوں اور آریوں کے پراچین مذہب کے باقی سب مذاہب جھوٹے اور افتراء کا پلندا ہیں۔

ستیارتھ پرکاش

اسی اصل کے ماتحت بانیٔ آریہ سماج نے اپنی مشہور تصنیف "ستیارتھ پرکاش" میں جا بجا دوسرے مذاہب کے متعلق نادلپذیر نکتہ چینی اور عیب گیری کی بالخصوص ستیارتھ پرکاش کے آخری چار ابواب تو دوسرے مذاہب کے خلاف سب و شتم کے لئے ہی مخصوص کئے گئے ہیں۔ چنانچہ مشہور بنگالی لیڈر بابو بپن چندر پال نے ستیارتھ پرکاش کے آخری ابواب کے متعلق لکھا کہ:۔

"آریہ سماج کے بانی نے ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مذہبوں کے پیشواؤں کو ناقابل برداشت گالیاں دیں ستیارتھ پرکاش میں اس کے مصنف نے تمام مذہبوں کے بزرگوں کی تعلیم پر ہی نہیں بلکہ ان کی زندگی اور چال چلن پر بھی نکتہ چینی کی۔"

(اخبار پرکاش ۱۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

یہ طریق نہ صرف ملک کے اندرونی انتشار اور فرقہ وارانہ کھچاؤ کا باعث بنا بلکہ اس سے ہمارے ملک کے وقار اور احترام کو بیرونی ممالک میں بھی ٹھیس لگی۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے اس تعلق میں بجا طور پر تحریر کیا کہ:۔

"ہمارا ملک ہندوستان گراوٹ اور تنزل کی لپیٹ میں اس لئے آیا کہ اسکے باشندوں میں "تنگ نظری اور تنگ دلی پیدا ہو گئی تھی اور دوسری اقوام سے اس کا رابطہ اور تعلق ٹوٹ گیا تھا۔"

(Discovery of India صفحہ ۱۵۱)

آریہ سماج کا ایک مشہور عقیدہ یہ بھی ہے کہ پرمیشور کا الہام و کلام ابتدائے آفرینش میں صرف ویدوں کے رشیوں پر نازل ہوا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ دروازہ بنی نوع انسان پر بند ہو گیا۔ گویا خدا تعالیٰ کی صفت متکلم ویدوں کے پراچین کال کے بعد ابد تک معطل ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ خدا تعالیٰ کے سچے عاشقوں کے لئے جو حضرت باری تعالیٰ کا زندگی بخش کلام سننے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے ہیں۔ کس قدر مایوس کن اور روح فرسا ہے۔

جماعت احمدیہ

ان حالات میں جبکہ آریہ سماج اپنے ان عقائد کا پرچار بڑے شد و مد سے کر رہی تھی۔ اور اہل مذاہب مذہب کی اصل روح سے بیگانہ ہو چکے تھے۔ اور جو مذاہب خالص توحید کے علمبردار تھے وہ بھی رسم و رواج اور ظاہر داری کے خس و خاشاک کے نیچے دبے ہوئے تھے بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کا علم پا کر حقیقی اسلام کے احیاء اور تجدید کا بیڑا اٹھایا اور خالص توحید الٰہی کو پیش کیا۔ زندہ خدا کی تجلیات آپکے ذریعہ سے خارق عادت نشانات اور معجزات کے رنگ میں ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا:۔

کرتا ہے معجزوں سے وہ یاردیں کو تازہ
اسلام کے چمن کی باد صبا یہی ہے

روح و مادہ کی تخلیق

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا کہ جب خدا تعالیٰ قادر مطلق اور ہر شے کا خالق ہے۔ تو وہ روح اور مادہ کا بھی خالق ہے۔ اور اس کی صفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ وہ اب بھی اپنے نیک اور پاک بندوں میں سے جس سے چاہتا ہے ہمکلام ہوتا ہے اور غیر معمولی اور مایوس کن حالات میں ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اور وہ خاص طور پر اپنے پیاروں کی مدد اور نصرت کر کے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ نیز ایسے برگزیدہ لوگوں پر آئندہ کے حالات اور واقعات کا قبل از وقت انکشاف کر کے ان کے ایمانوں کو جلا اور روحوں کو تر و تازگی بخشتا ہے۔

سابقہ مذاہب کی تصدیق

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے دنیا کے سامنے اسلام کا یہ اصول بھی پیش کیا کہ جس طرح خدا کی ربوبیت مادی طور پر ہر قوم اور ملک کو فیض پہنچا رہی ہے۔ اسی طرح اسکا روحانی فیض بھی کسی قوم۔ ملک یا زمانہ سے مخصوص نہیں۔ بلکہ جب بھی کسی قوم یا ملک کی اخلاقی و روحانی حالت نے کسی اوتار یا نبی کی بعثت کا تقاضا کیا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت خاصہ نے اس تقاضا کو پورا کیا۔ چنانچہ گذشتہ زمانہ میں دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیدا ہوتے اور دنیا کی اصلاح کرتے رہے۔

اس تعلق میں آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں (یعنی اوتاروں) کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں انکی عزت و عظمت بٹھا دی اور انکے مذہب کی جڑ قائم کر دی ۔ ۔ ۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" (تحفہ قیصریہ)

امن بخش تعلیم

آریہ سماج کے پیش کردہ نظریہ کے مقابل جماعت احمدیہ کا مندرجہ بالا اصول جس طرح ہمارے ملک کے بین الاقوامی وقار اور عزت کو بڑھانے کا موجب ہو سکتا ہے اور اندرونی اور بیرونی جھگڑوں کو دور کرنے میں ممد ہو سکتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ جناب ڈاکٹر شنکر داس مہرہ دہلی نے بجا طور پر لکھا ہے:۔

"ہندوستانیوں نے اس بات کا احساس نہیں کیا کہ احمدیہ جماعت کو اپنا لینے سے وہ سیاسی اعتبار سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کر لینے کا باعث ہونگے اور اس طرح مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں منتشر سیاسی حالات کے باوجود ایک متحدہ قومیت وجود میں آئے گی اور اسی امن عالم کیلئے مؤثر اقدام کرنے کے سامان ہونگے۔" (تحریک احمدیت)

آریہ سماج نے مذہبی مباحثات میں دوسرے مذاہب کے خلاف غیر منصفانہ نکتہ چینی الزام تراشی سب و شتم اور دلآزاری کو اختیار کیا۔ لیکن احمدیہ جماعت نے اسلام کے اس زرین اصول کے پیش نظر کہ وہ گزشتہ مذاہب کی مخالفت کیلئے نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کی تصدیق کیلئے قائم ہوا ہے اپنے علم کلام کو عام حالات میں اپنے عقائد و تعلیمات کی امتیازی خوبیاں کو بیان کرنے تک محدود رکھا۔ اور الزامی جواب کی صورت میں بھی یہ پابندی لگائی کہ دوسرے مذہب پر کوئی ایسا اعتراض نہ کیا جائے جو خود اپنے مذہب پر بھی پڑتا ہو۔ احمدیت کا یہ اصول مختلف مذاہب و اقوام کے باہمی مناقشات اور تلخیوں کو دور کرنیکے لئے ایک کارآمد ذریعہ ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ جوں جوں جماعت احمدیہ ہمارے ملک میں پھیلتی جائیگی اور اسکے صلح و امن کے اصولوں پر اہل ملک عمل کرتے جائینگے ہمارا ملک بھی عزت و وقار میں بین الاقوامی طور پر بھی ترقی کرے گا اور ملک کے اندرونی اتحاد و اتفاق میں بھی مدد ملے گی

یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ وہ اس آسمانی جماعت کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائیگا۔ اور اس کے امن بخش اصولوں پر عمل کر کے تمام لوگ امن و سلامتی اور محبت و اتحاد کی فضاء میں آرام سے سانس لیں گے خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے۔ آمین

اس مختصر مضمون میں صرف چند باتیں پیش کی گئی ہیں کیونکہ تفصیل کی گنجائش نہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ نشان

تین سو تیرہ درویشانِ قادیان

صداقت کے ایک دوسرے آئینے میں

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

گذشتہ سال جلسہ کے "مسیح موعود نمبر" میں خاکسار کا ایک مضمون جس عنوان کے تحت شائع ہوا تھا، اس مرتبہ بھی اس نمبر کے لئے خاکسار نے وہی عنوان منتخب کیا ہے۔ اسے ایک اتفاق کہئے یا میری اس محبت کا کرشمہ جو مجھے اپنے درویش بھائیوں سے ہے۔ لیکن یہ ایک ارفع اور اعلیٰ حقیقت بھی تو ہے، کہ قادیان کے درویش تاریخ احمدیت کا ایک ایسا باب بن چکے ہیں، جس کے بغیر تاریخ احمدیت اپنی تکمیل کو پہونچ ہی نہیں سکے گی۔

گذشتہ سال کے مضمون میں خاکسار نے یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ تقسیم ملک کے وقت درویشوں کا قادیان میں قیام تخفی ناسامد حالات میں عمل میں آیا تھا۔ بلکہ ایک استحالہ عقلی تھا جسے درویشوں کے کمالِ خلوص اور بے مثال جذبہ تسلیم و رضا نے ممکن بنا دیا تھا۔ اس مرتبہ خاکسار نے درویشوں کے تار وجود کے حسن کو صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے ایک دوسرے آئینے میں دکھانے کی کوشش کی ہے ـــــ لیجئے آپ بھی دیکھئے ـــــ!

تقسیم ملک کے وقت جب درویشوں نے اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے نام قیام قادیان کے لئے پیش کئے تھے، اس وقت حالات کے روح فرسا استبداد اور غیر معمولی نوعیت کے باعث یہ تو قطعی ناممکن تھا کہ ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کی جانچ کی جاتی۔ اس افراتفری کے عالم میں زیادہ سے زیادہ اگر کچھ مدنظر تھا تو صرف یہ کہ جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات کو تین سو تیرہ زندہ لاشوں کی ضرورت ہے۔ ایسے سرفروشوں کی ضرورت ہے جو نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر برضا و رغبت ظلم و تشدد کی قربانگاہ پر اپنے سر جھکا دیں۔ اور اپنی مظلومیت کے بل پر تاریخ احمدیت کے ایک درخشندہ باب کا عنوان بن جائیں ـــــ اور اسی طرح تین سو تیرہ "کا تاریخی اور مبارک عدد عالم وجود میں آکر اس امر کا ثبوت بہم پہونچا دے کہ جس طرح اسلام کے سعود اولیٰ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو سو سو جانثار عطا فرمائے تھے۔ اور پھر

جس طرح اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے ابتدا میں آنحضرت صلعم کے ظل کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ۳۱۳ مخلص صحابہ عطا فرمائے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مثیل مسیح موعودؑ یعنی حضرت مصلح موعود کو بھی ۳۱۳ مخصوص مخلصین عطا فرمائے ہیں۔ گویا اسلام کا ہر دور مادیت کے پرستاروں اور شمع ھدیٰ کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کرنے والوں کے سامنے ۳۱۳ کی تعداد پیش کرکے ان کی عقلوں کو سرگرداں کر دیتا ہے اور ظاہر بینوں کے لئے ایک عقل سوز نظارہ پیدا کر دیتا ہے ـــــ ایک ایسا نظارہ جس کے سامنے مخالفین کے تمام اندازے اور دلیلے غلط ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وقت آتا ہے کہ ان مجانین کے کارنامے مرتب کرتے وقت مورخین کے قلم سکتے میں آجاتے ہیں ـــــ!

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قادیان میں درویشوں کے قیام کے وقت یہ جائزہ لینے کا تو کوئی موقعہ ہی نہ تھا کہ جن درویشوں نے اپنے نام پیش کئے ہیں ان میں سے کون کس کوائف کا مالک ہے۔ اور نہ یہ سوچنے کا کوئی موقعہ تھا کہ آگے چل کر قادیان کی تمدنی زندگی میں ہمارے اس محصور ماحول کے لئے کس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہو گی۔ اس وقت اگر کچھ پیش نظر تھا تو وہ صرف یہی تھا کہ ہماری اس مقدس بستی قادیان کو تین سو تیرہ مجنون سر بکف دیوانوں کی ضرورت ہے۔ ایسے دیوانوں کی، جن کی دیوانگی پر عالم بالا میں فرشتے بھی رشک کریں۔ اور جس کے سامنے فرزانگی عرقِ ندامت سے سر جھکا لے ـــــ!

وہ زمانہ آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے جب میرے درویش بھائیوں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قہقہے لگائے تھے۔ اور اپنی تین سو تیرہ کی تعداد اور "درویش" کا لقب پانے پر اتنے خوش تھے کہ گویا انہوں نے اپنے مقصدِ حقیقی کو پا لیا ہے اور انہیں سکون سرمدی حاصل ہو چکا ہے۔

بہرحال اس وقت کسی بھی درویش کی اس رنگ میں کوئی جانچ نہ کی گئی تھی کہ وہ درویشی کے آئندہ دور میں احمدیت کی کس قسم کی خدمت بجا لانے کے قابل ہوگا۔ اس لئے کہ وہ زمانہ ہی ایسا تھا کہ "آئندہ" کا لفظ درویشوں کے لغت سے وقتی طور پر حذف ہو چکا تھا۔ جو کچھ تھا وہ "حال" ہی تھا۔ اور حال کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی، وہ خدا کے فضل سے ہر درویش کے چہرے پر مرتسم تھی۔

مگر جہاں اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت کارفرما ہو وہاں انسانی تگ و دو کی ضرورت "اصلیت" سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اس سے آگے کے کام اللہ تعالیٰ کی قدرتِ بے پایاں اپنے دستِ غیب سے خود انجام دیتی ہے۔ درویش صرف اتنا ہی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے انکی جانوں کا ہدیہ ناچیز طلب فرمایا ہے۔ اور انہوں نے اپنے سر آستانہ الوہیت پر جھکا دئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ان سرفروشوں نے "حال" میں سے کامیابی کے ساتھ گذر کر مستقبل کی جد و جہد سے دوچار ہونا ہے۔ اس لئے وہ خود ایسے مستقبل کے لئے انتظامات فرما رہا تھا۔

عمرانیات کا ایک عام فہم سا اصول ہے کہ تمدنی دنیا میں ایک گدا سے لے کر بادشاہ تک اپنی مدنیت کو خوشگوار بنانے کے لئے اور اپنی ضروریات بشری کیلئے ایک ماحول کا دست نگر ہے۔ ایسا ماحول جو اس کی تمام تر ضروریات بشری کو پورا کر سکے۔ آج کی دنیا میں ہمیں ایک انتہائی ترقی یافتہ معاشرہ میسر ہے اور ہماری اجتماعیت کا دائرہ اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ اقتضائے بشری کو پورا کرنے والی سہولیات گویا خود چل کر ہمارے پاس پہنچتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہم مجبور ہوتے ہیں کہ اپنی ضرورت کو لے کر حجام یا دھوبی کے پاس پہونچیں۔ اور آج سے ہزاروں سال پہلے کے حجری دور میں بھی، جبکہ انسان ابھی پوری طرح متمدن نہیں ہوا تھا اور اس کی انفرادیت اجتماعیت کی لذتوں سے ناآشنا تھی اور اس کی ضروریات نہ ہونے کے برابر تھیں تب بھی وہ اپنی اپنی مختصر سی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے دوسروں کا محتاج تھا۔

اس ناگزیر اصول کے تحت جب درویشوں نے اپنے "حال" میں سے گذر کر مستقبل کی وادی میں قدم رکھا تو انہیں اپنے معاشرہ کی عمارت تعمیر کرنا ضروری تھی۔ اور اس کے لئے ضروری تھا کہ ہم میں ہر ہنر اور ہر پیشہ جاننے والے موجود ہوتے۔ اور جب ہم درویشی کے بالکل ابتدائی دور کے ان ایام کو دیکھتے ہیں

جب ہمارے بعض بداندیشوں نے مغربی پنجاب سے آئے ہوئے زخم خوردہ شرنارتھیوں کے مجروح جذبات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ایسی مخالفانہ اور اشتعال انگیز ماحول پیدا کر دیا تھا کہ غیر مسلموں نے ہمارا مکمل طور پر بائیکاٹ کر دیا اور ہمارے ایریا کے چاروں طرف مستقل پہرہ دار لگا دئے گئے اور ہم گویا باقی دنیا سے کٹ کر مغلوبانہ طور پر "شعب ابی طالب" میں محصور ہو گئے تھے۔ تو ہمیں بدیہی طور پر نظر آتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معجزہ ہی تھا کہ درویشوں کی اس نہایت مختصر سی تعداد میں بھی ایسے تمام لوگ موجود تھے جن کا وجود معاشرے کی تعمیر کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی مخالف اسے محض ایک اتفاق قرار دے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ ایک معجزانہ اتفاق تھا۔ ورنہ ایسے اتفاقات عامۃ الورود نہیں ہوتے کہ تین سو تیرہ کی قلیل تعداد میں ایک چھوٹے سے چھوٹے پیشہ ور سے لے کر بڑے سے بڑے علماء تک موجود ہوں۔ جو آئندہ چل کر اپنے ماحول اور معاشرہ کی ہر قسم کی ضروریات کو بدرجہ اتم پورا کر سکیں۔ اور اس مختصر سی خدائی جماعت کو اپنی کسی ضرورت کیلئے کسی کا دست نگر نہ ہونا پڑے ـــــ!

مگر اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جب تقسیم ملک کی آفات و شدائد کا طوفان تھم چکا اور ہمیں ہر وہ ضرورت پیش آئی جو متمدن زندگی کے لئے لابدی ہوتی ہے تو قدرتی طور پر ہمیں جستجو ہوئی کہ ہم میں سے کون کس کام کا اہل ہے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ چونکہ درویش قادیان کی وسیع آبادی کے مختلف محلوں سے تعلق رکھتے تھے اور یا پھر پنجاب کے مختلف علاقوں سے زیارت مقامات مقدسہ یا تعلیم کی غرض سے آئے ہوئے تھے اس لئے بہت کم درویشوں میں باہمی شناسائی تھی۔ اسی لئے ایک دوسرے کے پیشوں یا صلاحیتوں کا علم نہ تھا۔ اور ان ابتدائی ایام میں تمام درویشوں کی مصروفیات نمازوں اور پرسوز دعاؤں پر ہی مشتمل تھیں۔ اور تمام درویشوں کو کھانا دونو وقت لنگر خانہ سے ملتا تھا۔

پس جب ہم اس عارضی دور میں سے گذر چکے اور مخالفت کی آندھیاں تھمنے لگیں تو ہمارے لئے قدرتی طور پر یہ ضروری تھا کہ ہم اپنے معاشرے کو ترتیب دیں۔ تاکہ ہمارا اندرونی ماحول جو ظاہری طور پر بے ترتیب سا تھا اب باقاعدہ مدنیت پذیر ہو جائے تاکہ ہم اپنے حوائج اور ضروریات کو پورا کر سکیں۔ اس سے بھی زیادہ ہمیں اس امر کی ضرورت تھی

کہ ہم میں ہر ہنر اور ہر پیشہ کے جاننے والے لوگ موجود ہوں تاکہ ہم کسی کے دست نگر نہ رہیں۔ دست نگر رہنا یوں بھی ایک عیب اور خامی تھی مگر اس اعتبار سے تو یہ خامی نقصان کا باعث ہو سکتی تھی کیونکہ گو تقسیم ملک والے ہنگامے فرو ہو چکے تھے لیکن دلوں کی صفائی ابھی نہیں ہوئی تھی اور غیر مسلم اندر ہی اندر ہمارے ساتھ مکمل بائیکاٹ کی اسکیمیں بنا رہے تھے۔

اس قسم کے ماحول اور محصوریت میں ہمیں جن پیشہ وروں کی ضرورت تھی ان کی فہرست کچھ اس طرح بن سکتی ہے:۔ درزی۔ دھوبی۔ حجام۔ نجار۔ لوہار۔ معمار۔ کفش دوز۔ باورچی۔ نان پز۔ قصاب۔ کمہار۔ جلد ساز۔ ملکہ ساز۔ ڈاکٹر۔ حکیم۔ کاتب۔ پینٹر۔ فوٹو گرافر۔ دوکاندار۔ تاجر وغیرہ۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ تمام قسم کے پیشہ ور ہمارے اندر موجود تھے ــــ؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں خدا کے فضل سے نہ صرف یہ موجود تھے بلکہ اس کے علاوہ بھی جن پیشہ وروں کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ بھی موجود تھے۔ اور ہم تحدیث بالنعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔ کہ جب ہم نے اپنے معاشرہ کو ترتیب دیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہم میں سبھی پیشہ ور موجود تھے بلکہ بعض تو ان میں ایسے تھے کہ سارے قادیان میں ان جیسا کاریگر کوئی نہ تھا۔ اور کجا یہ کہ ہم کسی کے دست نگر ہوتے بعض کاموں کے لئے غیر مسلم ہمارے دست نگر ہوئے اور اب تک ہیں ـــ!!

اور پھر جوں جوں ہماری ضروریات میں وسعت آتی گئی، اللہ تعالیٰ ہماری ہر قسم کی ضروریات کو ہمارے اپنے اندر سے ہی پورا کرتا رہا۔ حتیٰ کہ جب ہم نے طوفانوں کے دور سے گزر کر اپنے وسیع تبلیغی نظام کو بحال کرنے کے لئے اپنے مرکزی دفاتر کو ترتیب دیا تو یہ سارا کام درویشوں نے ہی انجام دیا اور ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا کہ درمیانی عارضی وقفے کی کوئی مشکلات ہماری راہ میں حائل نہ ہوئیں۔ ہم میں معمولی تعلیم یافتگان بھی موجود تھے۔ اور گریجوایٹ بھی تھے۔ کلرکی تجربہ رکھنے والے بھی تھے اور افسرانہ صلاحیتوں کے مالک بھی تھے۔ عربی کے فاضل بھی تھے انگریزی اور فارسی کے گریجوایٹ بھی تھے۔ ہندی کے ودوان بھی تھے۔ اور اردو تو خیر ہماری مادری اور دفتری زبان ہے اس زبان کے عالم۔ فاضل اور ادیب بھی موجود تھے۔ دفتر کو ٹائپ

کے لئے ٹائپسٹ کی ضرورت پڑی تو ہم میں موجود تھا۔ سٹینو کی ضرورت پیش آئی تو وہ موجود تھا۔ مبلغین تھے۔ مدرسین تھے اور واعظ تھے۔ چنانچہ انقلاب کے عارضی تعطل کے بعد ہمارے سارے کام اس طرح جاری ہو گئے جیسے بند ٹوٹ جانے پر پانی رواں ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد جب درویشان کے بیوی بچوں کو پاکستان سے قادیان آنے کی اجازت مل گئی تو ضروری تھا کہ ہم اپنے بچوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کیلئے مدارس جاری کرتے۔ چنانچہ ہم نے بغیر کسی دقت کے مدارس جاری کر دیئے کیونکہ اساتذہ ہمارے پاس موجود تھے۔ یہاں تک کہ گرلز سکول کیلئے جب استانیوں کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی درویشوں کی بیویوں میں موجود تھیں۔ اور آج ہمارے دفاتر بھی خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں اور مدارس بھی۔ اور ہم اپنے بائیکاٹ کرنے والے بھائیوں کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ہمیں خود شناسی کا موقعہ بھی بہم پہونچایا اور فرض شناسی کا بھی ـــ!

جب ہم مرکزی دفاتر کے کام کو پوری طرح منظم کر چکے اور خط و کتابت کے ذریعہ بھارت کی جماعتہائے احمدیہ کے ساتھ رابطہ قائم کر چکے اور ادھر ہمارا ماحول بھی سکون آشنا ہو گیا تو ہمیں مبلغین کی ضرورت پیش آئی تاکہ ہم تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں۔ چنانچہ جب جائزہ لیا گیا تو اپنی درویشوں میں سے ہماری ضرورت کے مطابق مبلغین بھی نکل آئے جنہیں ہم نے بھارت کے مختلف اطراف و جوانب میں فریضہ تبلیغ کی ادائی کے لئے بھجوا دیا اور وہ سب خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ اس فرض کو ادا کر رہے ہیں۔

امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ جب ہمارے مرکزی دفاتر کا کام ترتیب پا چکا۔ اور مبلغین بھی اپنا کام جاری کر چکے۔ اور بھارت کی تمام احمدیہ جماعتوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا جا چکا تو ضروری تھا کہ تشنگان روحانیت کے لئے مرکز سے ایک نہر جاری کی جاتی۔ چنانچہ اخبار بدر کے اجراء کے ذریعہ اس ضرورت کو پورا کیا گیا۔ ایک اخبار کے اجراء کے لئے جس قسم کے عملہ کی ضرورت ہوتی ہے اس کا اندازہ عام لوگ نہیں لگا سکتے کیونکہ یہ ایک خاص فن ہے۔ اس کام کے لئے اچھے ادارۂ تحریر کے علاوہ اچھے کاتبوں کی ضرورت تھی۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے درویشوں کے ذریعہ ہی پورا کیا۔ اور ہمارا یہ اخبار متواتر آٹھ سال سے کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ گو ہمارے ذرائع کے لحاظ سے یہ ابھی ہفتہ وار ہے۔ اور ہم اپنی بعض مجبوریوں کے باعث اسے امرتسر سے طبع کرواتے ہیں۔ ورنہ ہمارے پاس

اعلیٰ قسم کا پریس بھی موجود ہے اور پریس کو چلانے والے کارکنان یعنی سنگ ساز۔ مشین مین۔ مصحح وغیرہ بھی موجود ہیں۔ اور اگر بعض حائلات درپیش نہ ہوتے تو ہم عملہ اور کاریگروں کے لحاظ سے اس قابل تھے کہ بدر کو قادیان ہی سے طبع کر کے ہفتہ وار کی بجائے روزانہ شائع کرتے۔

غرضیکہ درویشوں کی یہ قلیل سی تعداد گویا مداری کا پٹارہ تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت کے ساتھ ہر وہ چیز مہیا فرما دی تھی جس کی ہمیں جماعتی طور پر ضرورت پیش آنے کا امکان تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ سامان ایسے وقت میں کر رکھے تھے جب بہ نظر ظاہر ان سامانوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اور اگر اس وقت ضرورت محسوس بھی ہوتی تو ہم اپنی کوششوں سے اسے فراہم نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ قادیان کی اکثریت اس وقت ہجرت کر کے جا چکی تھی۔ اور جو لوگ باقی تھے وہ جانے کا راستہ تلاش کر رہے تھے۔ اور اس وقت صرف مسجد مبارک کے حلقہ میں جو چند سو نفوس تھے، انہیں ہی درویشی کی دعوت دی گئی تھی۔ اور انہی میں سے تین سو تیرہ درویشوں کو بغیر کسی تخصیص اور جانچ پڑتال کے یہاں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔

ان حالات میں اس قلیل سی تعداد میں سے ہر قسم کے پیشہ وروں۔ ہر قسم کے کاریگروں۔ ہر قسم کے تعلیم یافتگان اور بھارت کی تمام علاقائی زبانوں کے ماہرین کا نکل آنا اللہ تعالیٰ کے خاص دست قدرت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک معجزہ نہیں تو اور کیا ہے ــــ؟ اور پھر درویشوں کی اس چھوٹی سی کیپ کا مدد گار اور تہی دست جماعت کا قادیان کے مرکزی دفاتر اور بھارت کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی جماعت ہائے احمدیہ پر کنٹرول کر کے اپنے مفوضہ فرائض کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق پانا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے ــــ! ممکن تھا کہ اس تھوڑی سی تعداد میں صرف چند معمولی تعلیم یافتگان ہوتے اور مرکزی دفاتر کیلئے جس قدر عملہ کی ضرورت تھی وہ میسر نہ آتا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہم میں صرف چند پیشہ ور ہوتے اور اپنی دوسری ضروریات کے لئے ہم غیروں کے محتاج ہوتے۔ اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جو پیشہ ور اور کاریگر ہم میں موجود ہوتے وہ اتنے اچھے اور تجربہ کار نہ ہوتے کہ ہمیں غیروں کا دست نگر ہونا پڑتا۔ مگر یہ تمام امکانات جو عامۃ الورود بھی تھے اور قرین وقوع بھی تھے، معرض عدم میں چلے گئے۔ اور ضرورت پڑنے پر جو کچھ معرض وجود میں آیا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح خود کفیل بنا دیا اور ہماری کسی ذاتی کوشش کے بغیر بنا دیا۔ یہ سب کچھ اس قادر مطلق خدا کی مخفی مشیت اور دست قدرت سے ہوا جو احمدیت کے جھنڈے کو سرنگوں نہیں

دیکھنا چاہتا تھا۔

یہ ایک زبردست ثبوت ہے اس امر کا کہ احمدیت کا خدا زندہ ہے اور آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مولد و مسکن اور مدفن باواز بلند اپنی زبان حال سے یہ اعلان کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس غیر معمولی تصرف اور نصرت کے آئینہ میں صداقت مسیح موعودؑ پر غور کرو۔ اور دیکھو کس طرح غیر معمولی حالات میں اور زلزلہ بداماں طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس نے اپنی فعالیت کو برقرار رکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں سے

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

بقیہ صفحہ نمبر ۱۲

"سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کیلئے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو انکو بطور مدد خرچ اسمیں سے دیا جائے"

تیسری شرط "تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونیوالا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف مسلمان ہو"

چوتھی شرط "ہر ایک صالح جو اسکی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا کہ وہ دین کیلئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں داخل ہو سکتا ہے"

ان شرائط کے بعد بعض ہدایات بیان فرمائی ہیں اور انہی کے ضمن میں حاشیہ پر یہ ارشاد فرمایا ہے:۔

"کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اسمیں دخل نہیں اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ بہشتی ہی اسمیں دفن کیا جائیگا"

ایک حدیث سے استدلال ان شرائط کے سننے سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ زمین کسی کو بہشتی نہیں بنائیگی بلکہ اس میں دفن ہی وہ ہوگا جو بہشتی ہوگا کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ انکو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور انکے کارنامے یعنی جو خدا کیلئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کیلئے قوم پر ظاہر ہوں" (الوصیت)

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ مقبرہ بہشتی اس وحی الٰہی کے ماتحت بنایا گیا ہے اور اس پیشگوئی کے ماتحت بنایا گیا ہے جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے سے کی ہوئی تھی کہ مسیح موعود ان لوگوں کو جنتی ہونے کی بشارت دے گا جو دجال کے فتنہ سے بچ گئے ہوں گے۔ پس یہ اسی کا عملی نقشہ ہے جو کہ سرور کائنات نے فرمایا تھا +

جنوبی ہند کا تبلیغی دورہ

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(۴)

بنگلور ۲۳ر فروری کو ہمارا تبلیغی وفد جو مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی قائد وفد۔ خاکسار محمد کریم اللہ صاحب اڈیٹر آزاد نوجوان اور مکرم سراج الحق صاحب پر مشتمل تھا۔ سب سے بنگلور پہنچا۔ ہم ۲۴ر کی رات کو جلسہ کا پروگرام تھا۔ دار التبلیغ یا مکرم بی۔ ایم عبد الرحیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت کے کارخانہ کے کمپونڈ میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ ہینڈ بلوں کے ذریعہ اس جلسہ کی پبلسٹی کی گئی تھی۔ نشست کے لئے میدان میں کرسیاں بچھائی گئی تھیں۔ رات کے ۸½ بجے زیر صدارت مکرم بی۔ ایم عبد الرحیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بنگلور جلسہ شروع ہوا۔ اس جلسہ میں بالترتیب مکرم مولوی سراج الحق صاحب مکرم ایڈیٹر صاحب آزاد نوجوان۔ خاکسار مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی اور چوہدری مبارک علی صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن میسور نے تقریریں کیں۔ یہ ساری تقریریں تبلیغی تھیں۔ میں نے منتظمین جلسہ کی خواہش پر ہندی میں تقریر کی۔ اخیر میں مکرم صدر جلسہ نے صدارتی تقریر کی۔ اور جلسہ بخیر و خوبی سے اختتام پذیر ہوا۔

۲۵ر کو بنگلور میں کوئی پروگرام نہیں تھا۔ اس لئے میں اور مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی کچھ تبلیغی اور کچھ آثار قدیمہ دیکھنے کی غرض سے سرنگاپٹم اور میسور گئے۔ میسور میں بندرا بن گارڈن دیکھا۔ اور سرنگاپٹم میں مجاہد ملت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے آثار یعنی سلطان کے قلعہ میں مسجد اور مندر دیکھ کر ہم لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ وہ رتھ بھی دیکھی جو سلطان ٹیپو کے والد حیدر علی نے مندر کو نذر کی تھی۔ وہ جگہ بھی دیکھی جہاں سلطان کو اپنے قلعہ میں انگریزوں کے داخل ہونے کی خبر ملی۔ وہ مقام بھی دیکھا جہاں سلطان نے یہ جملہ کہا تھا کہ "شیر کی ایک دن کی زندگی لومڑی کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے"۔ اس کے بعد اس جگہ پہنچے جہاں سلطان کی نعش پائی گئی تھی۔ پھر آپ کی آخری آرامگاہ دیکھی اور موسم گرما میں آرام کرنے کا محل دیکھا۔ ہر چیز دنیا کی بے ثباتی کی گواہی دے رہی تھی۔ یہی یاد دلانے کے لئے مقبرہ سلطان کے صدر دروازہ پر ایک شعر لکھا تھا۔

> نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے
> بدیں سلطان جانبازے کہ آمد سو جہانے

آج ہند ایں کامہ باغ اور وہ بند جس پر ریاست میسور فخر کرتی ہے۔ اس کے صدر دروازہ پر بھی سلطان ٹیپو کا ایک کتبہ دیکھا جس میں اپنے جانشین کو اس جگہ ایک بند تعمیر کرنے کی وصیت کی گئی تھی۔

مدراس ہزاروں غم و مسرت کے ملے جلے جذبات لیکر ۲۷ر فروری کو یہ وفد مدراس کے لئے روانہ ہوا۔ اب وفد صرف دو اشخاص پر مشتمل تھا۔ خاکسار اور مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی قائد وفد۔

اسٹیشن پر مکرم علی محی الدین صاحب صدر جماعت مدراس اور مکرم محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر آزاد نوجوان نے ہم دونوں کا استقبال کیا۔

۲۸ر فروری اور یکم مارچ کو مدراس میں جلسہ کا پروگرام تھا اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے مدراس کے دو مقدس آثار کی زیارت کرنی چاہی جن کا جماعت احمدیہ کے اکابر کی طرف سے وفات مسیح کے ضمن میں اکثر حوالہ دیا گیا ہے۔ یعنی سینٹ تھامس مونٹ (حضرت تھوما حواری مسیح ملیشہ کی شہادت گاہ) اور سینٹ تھومس چرچ یعنی حضرت تھوما کی آرامگاہ۔

سب سے پہلے میں نے سینٹ تھومس چرچ دیکھا۔ جہاں حضرت تھوما سپرد خاک کئے گئے تھے۔ اور جس جگہ آج رومن کیتھولک فرقہ کا ایک خوبصورت گرجا بنا ہوا ہے۔ یہ شہر مدراس کے وسط۔ ساحل سمندر سے قریب محلہ میلاپور میں واقع ہے۔ چند سال پہلے حضرت تھوما کی ہڈیاں نکال کر روم لے گئے۔ ہڈیاں نکالنے کے لئے قبر میں جو شگاف کیا گیا تھا وہ باقی تھا۔ دوسرے دن سینٹ تھومس مونٹ یعنی وہ پہاڑی دیکھنے گئے۔ جہاں حضرت تھوما شہید کئے گئے تھے۔ وہاں بھی ایک خوبصورت سا گرجا بنا ہے۔ ایک نن نے ہم لوگوں کو حضرت تھوما کی یہ سرگذشت سنائی۔ انہوں نے بتایا کہ تھومس حضرت مسیح کے حواری تھے جوش تبلیغ میں فلسطین سے جنوبی ہند آئے اور یہاں پیغام حق کی اشاعت میں مصروف ہوئے حتی کہ ایک مرتبہ آپ عبادت کر رہے تھے کہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ اور آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس نن نے وہ پتھر بھی دکھایا جس پر حضرت تھوما کا خون گرا تھا۔ وہ آج چرچ کی قربان گاہ کی دیوار میں موجود ہے۔ اس پر صلیب کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ اسی چرچ میں حضرت یسوع مسیح کے بارہ حواریوں کی قد آدم تصاویر بھی دیکھیں جن کے چہروں سے تقدس۔ پاکیزگی اور روحانیت ٹپکتی تھی۔

اس نن سے میں نے معین طور پر سوال کیا کہ سینٹ تھومس کب یہاں آئے تھے نیز انہوں نے جواب دیا کہ اس کو ۱۹۰۰ برس گذر چکے ہیں

کیوں آئے تھے؟ "پیغام مسیح کی اشاعت کرنے"۔

وہ بے چاری نن کچھ اپنی کم علمی اور کچھ مذہبی پابندی کے باعث اس سے زیادہ نہ بتا سکی انہیں شاید یہ خبر نہیں تھی کہ تھومس یعنی حضرت تھوما کے ہندوستان آنے کے محرک خود حضرت مسیح ناصری ہی تھے۔ حضرت مسیح جب موت صلیب سے بچ کر افغانستان ہوتے ہوئے کشمیر آئے تو تھوما بھی اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے لئے استاد کی جدائی ناقابل برداشت تھی حضرت یسوع مسیح نے ہندوستان میں تبلیغ کی ایک اسکیم بنائی۔ اور اسی اسکیم کے ماتحت حضرت تھوما کو جنوبی ہند کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں چرچ دیکھنے کے بعد تاریخ کا بیان ایک ٹھوس حقیقت بن کر ہمارے سامنے آگیا۔ ان دونوں گرجوں کے ارد گرد عیسائیوں کی جو ۱۹ سو سالہ آبادی پائی جاتی ہے۔ وہ بھی زبان حال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سرگذشت کی تائید کر رہی ہے۔

جلسہ مدراس جلسہ مدراس کی اصل تاریخ تو یکم مارچ تھی۔ اس لئے بڑے بڑے پوسٹروں اور ہینڈ بلوں کے علاوہ شہر کے مشہور انگریزی اخبار دو جیسے The Hindu اور The Mail میں بھی اعلان کیا گیا تھا۔ جس کا عنوان یہ تھا کہ "اسپٹنک۔ میزائل اور راکٹ کا ذکر قرآن مجید میں"

لیکن وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مکرم علی محی الدین صاحب صدر جماعت نے بھی ایک جلسہ اپنے مکان پر رکھا تھا۔ یہ جلسہ ۲۸ر فروری کو ہوا۔ اسمیں مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی نے ایک تعارفی تقریر کی۔ اس کے بعد خاکسار نے ڈیڑھ گھنٹہ تک "فضائل اسلام" پر تقریر کی۔ حاضرین پوری دلجمعی سے سنتے رہے تقریر کے بعد حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی دوسری تقریر یکم مارچ کو ہونے والی تھی۔

اس جلسہ کی صدارت مکرم خان بہادر پروفیسر محمد صاحب نے کی۔ اس کے لئے اسلامک سنڈے کا کمپونڈ منتخب کیا گیا تھا۔ تقریر کا موضوع بھی دلچسپ تھا اور پروپیگنڈہ بھی اچھا ہوا تھا اس لئے مخالفوں کی تمام معاندانہ کوششوں کے باوجود حاضرین اچھی خاصی تعداد میں آگئے کرسیاں جو سامعین کے لئے بچھائی گئی تھیں ایک بھی خالی نہیں رہی۔ لوگ کھڑے بھی تھے ۵½ بجے تقریر کا آغاز تھا۔ تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی نے جماعت احمدیہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور حاضرین سے میرا تعارف کرایا۔ اس کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی۔ نماز کے بعد صدر جلسہ نے مجھے تقریر کے لئے بلایا۔ چنانچہ میں نے "علم ہیئت اور قرآن پاک" کے عنوان پر سوا گھنٹہ تک تقریر کی۔ موجودہ ایجادات میزائل۔ اسپوتنک اور راکٹ کا ذکر کیا۔ فلکیوں نے فضا اور خلا کے متعلق جو علوم حاصل کئے ہیں۔ ان کا بھی کچھ ذکر کیا۔ اور قرآن پاک کے بیان سے اس کا موازنہ کرتا گیا۔ بعض مقامی مصالح کی بناء پر ضمناً "اتحاد اقوام عالم اور حکومت وقت کی اطاعت" پر بھی احمدیہ نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی۔

سامعین یہ تقریر پوری دلچسپی سے سنتے رہے۔ غالباً ایک شخص بھی دوران تقریر میں نہیں اٹھا۔ اخیر میں غیر احمدیوں کو احمدیوں سے تعاون کرنے کی تلقین کی۔

میرے بعد مکرم مولانا شریف احمد صاحب نے فرعون کی غرقابی اور اقرار خدا کا ذکر کیا۔ مسٹر خروشچیف اور فرعون موسیٰ میں مشابہت بیان کرتے ہوئے کہا کہ فرعون کی طرح آج خروشچیف کو فضا کی بلندی میں خدا نظر نہیں آتا۔ لیکن عنقریب فرعون کی طرح مصائب کی تہ میں ان کو بھی خدا نظر آجائے گا۔

آپ کے بعد مکرم صدر جلسہ نے انگریزی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور سبھوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلسہ برخاست کیا۔ مدراس میں جنوبی ہند کا دورہ ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے میں ۲ر مارچ کو مدراس سے بمبئی کے لئے روانہ ہو گیا۔

دوران قیام مدراس میں احباب جماعت جس حسن اخلاق اور مہمان نوازی کے جذبہ سے پیش آئے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جنوبی ہند کی باقی اور تمام جماعتیں بھی جن کی ابتداء یادگیر سے اور اختتام مدراس پر ہوا مستحق شکریہ ہیں۔ یہ تمام جماعتیں اس طرح محبت اور اخلاق سے پیش آئیں۔ کہ ہم لوگ ہر جگہ گھر جیسا آرام محسوس کرتے رہے۔

میں اپنی طرف سے مکرم مولانا شریف احمد صاحب قائد وفد کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ ان کی قیادت نے اس تبلیغی دورہ کو اور رونق بخشی۔

ضروری اعلان

جماعت احمدیہ رانچی کو نظارت ہذا کی طرف سے رسید بک ۵۷ء ۱۰۱ء ۱۵۳ء چندہ جات کی وصولی کیلئے ایشوع کی گئی تھیں۔ لیکن یہ تینوں رسید بکیں گم ہیں جملہ جماعتہائے احمدیہ نوٹ فرمالیں کہ ان رسید بکوں پر چندہ نہ دیا جائے بلکہ اگر کسی دوست کے علم میں ان رسید بکوں میں سے کوئی رسید بک یا تینوں رسید بکیں ہوں تو وہ مرکز کو فوری طور پر مطلع فرما دیں۔

ناظر بیت المال قادیان

امام وقت کی شناخت کے ذرائع

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان)

ایک مشہور حدیث ہے کہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام و مصلح کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسا شخص گویا اپنے آپ کو اس ایمان سے محروم کر لیتا ہے جو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتا ہے۔ اس کے بغیر وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اس سے سچا تعلق قائم کرنا ہی فیوض روحانی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ امام اور مصلح کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو انوار آسمانی سے منور کرے۔ پس اس سے علیحدگی جاہلیت کی موت ہے اور حقیقی علم و معرفت الٰہی سے محرومی ہے۔ پس جب اس سے تعلق پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے اس قدر ضروری ہے تو اس کی شناخت کے ذرائع بھی معلوم ہونے لازمی ہیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی شناخت کس طرح حاصل ہو۔ وہ کون سے معیار اور ذرائع ہیں جن کے جاننے سے انسان اپنے وقت کے امام کو شناخت کر کے اس سے کماحقہٗ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایک طالب صادق اسباب کا محتاج ہے کہ اسے وہ باتیں معلوم ہوں جن کی مدد سے وہ اسے شناخت کر سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ضرورت الامام میں اس سے متعلق چھ ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں جو امام وقت میں ہونی ضروری ہیں۔ وہ باتیں جس شخص میں پائی جائیں وہ یقیناً اپنے وقت کا امام ہوتا ہے۔ وہ چھ باتیں اس کی صداقت کی علامات ہیں وہ ایسے زبردست نشانات ہیں جو اس کی سچائی کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیتے ہیں۔ انکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) اخلاقی حالت و قوت۔ یہ لازمی بات ہے کہ امام الزمان کی سخت مخالفت ہوتی ہے اور اسے طرح طرح کے جہلاء سے معاملہ پڑتا ہے جو ہر طرح کے ناجائز ذرائع سے اسے دکھ دیتے ستاتے اور ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنی ایذا رسانی کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اس لئے اس میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت ہونی ضروری ہے۔ تا وہ انکی ایذا رسانیوں اور بدزبانیوں کو برداشت کر سکے اور مغلوب الغضب نہ ہو تا لوگ اس کے فیض و برکات و علوم سے محروم ہونے کی بجائے ان کو حاصل کر سکیں اور اس سے پورے طور پر مستفید ہو سکیں یہ ناممکن ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو اور پھر اخلاق فاضلہ سے محروم اور اعلیٰ اخلاق کا مالک نہ ہو بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی طرح اسوہ حسنہ اور بلند پایہ اخلاق کا مستحکم مینار ہو۔

(۲) دوسری بات جو اس میں پائی جانی لازمی ہے وہ قوت امامت ہے۔ تقویٰ نیک خیالات۔ پاکیزہ اعمال۔ حقائق و معارف محبت اور وصال الٰہی میں ترقی کرنے اور قدم آگے بڑھانے کا اسے اشتیاق ہو اور اس میں اس بارہ میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی یا کمی نہ پائی جائے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جو اس کے اندر ہونی چاہیئے دیگر قویٰ کی طرح یہ قوت بھی اس کے اندر نمایاں پائی جاتی ہے۔ وہ سب سے آگے رہنا چاہتا ہے۔ امام کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ اپنی اس قوت میں دوسروں سے آگے ہے اور ان کی راہنمائی کرنے کا حق رکھتا ہے

(۳) تیسری چیز جو اس میں پائی جاتی اور اس کی صداقت کو ظاہر کرنے والی ہوتی ہوتی ہے۔ وہ علم لدنی ہے۔ جو اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر عطا ہوتا ہے۔ اس چیز میں دوسرے انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سب سے بڑا علم تو قرآن کریم کے اندر بھرا پڑا ہے۔ جو عام لوگوں اور علماء ظاہر کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ وہ اس پر غیر معمولی طور پر کھولا جاتا ہے۔ اور وہ انہیں کے حقائق و معارف سے وافر حصہ پاتا ہے۔ وہ اپنے ان علوم کے ذریعہ سے دوسروں کو تاریکی سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جو لوگ اس سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ وہ بھی اس کے ان علوم کی برکت سے دوسروں پر فوقیت لے جاتے ہیں۔ انہیں بھی فراست اور نور فطرت عطا ہوتا ہے جسے دیکھ کر دوسرے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔

(۴) چوتھی چیز جو اسے ملتی ہے۔ وہ غیر معمولی عزم و استقلال اور استقامت ہے۔ وہ دشمنوں کے منصوبوں کے سامنے ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑا ہوتا ہے وہ سارے مل کر بھی اسے اس کے ارادہ سے متزلزل نہیں کر سکتے۔ اس کا کام اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ اس کی عمر کا ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہوتا ہے۔ اور بظاہر اس کے قویٰ مضمحل ہو رہے ہوتے ہیں مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر قوت پا کر ایک عظیم الشان مقصد کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اردگرد کی قوتیں اس کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ مگر اسے ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتیں۔ اس کا پائے ثبات کبھی بھی ڈگمگاتا نہیں۔ اس کا قدم کبھی سست نہیں ہوتا بلکہ وہ پہلے سے تیز تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ کبھی پیش آمدہ حالات کو دیکھ کر ناامید نہیں ہوتا۔ بلکہ مخالفانہ حالات کو دیکھ کر اس کا قدم اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے ظاہر حالات میں بعض اوقات اس پر ایسے آتے ہیں کہ مخالف سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہم اسے گرا لیں گے اور ہم کامیاب ہو جائیں گے مگر دوسرے لمحہ ہی ان پر اپنے خیالات و حالات کی کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور وہ تمام ابتلاؤں اور مشکلات اور آزمائشوں میں پورا اترتا ہے۔ اور ذرا بھی گھبراتا نہیں۔ خدا کی مدد اور اس کی تائید اس کے شامل حال ہو کر اسے ورطۂ حیرت سے نکال لیتی ہے۔ اور دیکھنے والے جان لیتے ہیں کہ وہ واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(۵) پانچویں بات جو امام الزمان میں ہونی ضروری ہے یہ ہے کہ وہ اپنے جملہ حالات میں خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اسی طرف جھکتا ہے اور اس کو اپنا ملجاء و ماوا قرار دیتا ہے۔ اس کی دعاؤں میں غیر معمولی اثر پیدا ہو جاتا ہے جس کی برکت سے فضا اس کے حق میں ساز گار ہو جاتی بلکہ ان کے نتیجہ میں کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی دعائیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

(۶) چھٹی چیز جو اسے حاصل ہوتی ہے وہ سلسلۂ صادقہ کشوف اور الہامات کا غیر منقطع سلسلہ ہے۔ ان پر الہامات کے ذریعے اس پر حقائق و معارف اور علوم کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مکالمہ و مخاطبہ ہوتا ہے۔ جو اپنی کمیت اور کیفیت میں نہایت اعلیٰ و اجلیٰ و افضل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دوسروں میں منفرد اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ الہام کی مدد سے اس پر کئی قسم کے سربستہ راز اور امور غیبیہ کھلتے ہیں پیشگوئیاں ظاہر ہوتی ہیں جو پوری ہو کر اس کی صداقت کا نشان بن جاتی ہیں۔ جو پوری ہو کر اور لوگوں کے دلوں میں حق الیقین پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہیں پیش آمدہ عقدے اور پیچیدہ اور لاینحل مسائل ان کے ذریعہ سے حل ہو جاتے ہیں۔ جو لوگوں کے اطمینان کا باعث بنتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ میں اس زمانہ کا امام ہوں۔ مجھ میرا ماننا ضروری ہے۔ جو مجھے نہیں مانتا وہ کاٹا جائے گا خواہ بادشاہ ہوں یا غیر بادشاہ۔ مجھ میں مذکورہ باتیں پائی جاتی ہیں ان کے ذریعہ سے میری شناخت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ میرے سوا اور کوئی امام الزمان نہیں جس کا ماننا ضروری ہو۔ آپ فرماتے ہیں سہ

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

پس لوگوں کو چاہیئے کہ ان نشانات اور معیاروں کے ذریعہ سے آپکے دعویٰ کی جانچ پڑتال کریں اور آپ کو دیکھیں۔ آپ نے تحدی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ ان امور میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ امتیازی نشانات ہیں جو مجھے ملے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل کے طور پر عربی فصاحت و بلاغت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے"۔

آپ نے دو درجن کے قریب عربی کتب لکھ کر مخالفین کو ان کے مقابلہ کے لئے چیلنج کیا مگر کوئی سامنے نہ آیا۔

(۲) آپ فرماتے ہیں:-
"میں قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے"۔

آپ نے اپنی کتب میں نئے سے نئے حقائق و معارف قرآن کے دریا بہا دیئے ہیں۔ کوئی ان کے مقابلہ پر کچھ نہ لکھ سکا۔

(۳) آپ نے تحریر فرمایا ہے:-
"میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے"

چنانچہ باوجود اس چیلنج کے بڑے بڑے مخالفین آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکے حالانکہ ان میں بڑے بڑے دعویدار روحانیت موجود تھے آپ نے انہیں مباہلہ کے لئے بھی دعوت دی مگر کسی نے بھی اس طرف رُخ نہ کیا۔

(۴) پھر آپ نے تحریر فرمایا:-
"میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے"۔

آپ کی کتب امور غیبیہ کے بیان سے بھری پڑی ہیں انہیں کئی قسم کی آئندہ کی غیب کی خبریں موجود ہیں جو آپکی زندگی میں پوری ہو چکیں اور آج تک پوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پوری ہوتی چلی جائیں گی مخالفین ان امور میں مقابلہ پر نہ نکل سکے اور اس طرح انہوں نے اپنے عمل سے آپکی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ پرکھنے والوں نے آپکو پرکھا اور آپکی صداقت کو معلوم کر لیا۔ اور آج تک لاکھوں کی جماعت اپنی مخالفتوں میں سے نکل نکل کر آپکے ہاتھ پر جمع ہو چکی ہے۔ جو اپنے اندر غیر معمولی قوت فعال رکھتی ہے اور جس کے اندر وہی رنگ پایا جاتا ہے جو صحابہ کے اندر تھا۔ اور وہ اسی عزم اور ہمت کے تکمیل اشاعت اسلام اور دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کیلئے کھڑی ہو گئی ہے جسکے ساتھ صحابہ کرام کی جماعت کھڑی ہوئی تھی۔ آپکی تیار کردہ جماعت کے اس مجتمع بالشان کا مقابلہ مد مقابل مسلمانوں کی ۲

دہ بڑی سے بڑی جماعت بھی نہیں کر سکتی۔ آج تمام روئے زمین کے مسلمان اس کام کو حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھ رہے ہیں انکی آنکھیں ان شاندار فتوحات کو دیکھ کر خیرہ ہو رہی ہیں جو اسے مشرق و مغرب میں غلبہ اسلام کے سلسلہ میں حاصل ہو رہی ہیں۔ جماعت کا یہ شاندار و شہری کارنامہ ہی دنیا کو گھیر کر سکتے کو منے کیلئے کافی ہے۔ یہ عظیم الشان کامیابی آپکی صداقت کی روشن دلیل ہے۔ یہ باتیں ہمارے موجودہ امام میں بھی پائی جاتی ہیں اگرچہ وہ نبی نہیں مگر اپنے زمانہ کے ایک مصلح ہو چکے

یہ بمبئی ہے

از مکرم مولوی محمد سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

بمبئی کو صرف تجارتی و سیاسی نہیں بلکہ مذہبی دنیا میں بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ خوجے، بوہرے اور میمن جو مسلمانوں میں تجارت پیشہ قومیں ہیں۔ ان کا مرکز بھی بمبئی ہی ہے۔ اس وقت خوجوں کے امام حاضر پرنس کریم۔ بوہروں کے داعی مطلق ملا سیف الدین طاہر ہیں۔ اور میمن بزرگ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ کوکنی مسلمان جو عموماً حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ وہ بھی یہاں بکثرت آباد ہیں۔ بمبئی کی جامع مسجد انہیں کوکنی مسلمانوں کی تعمیر کردہ ہے۔ شمالی ہند کے احناف و وہابیوں کا ایک جم غفیر بھی یہاں نظر آتا ہے۔ یہاں مشاعروں اور قوالیوں کی جو گرم بازاری ہے۔ وہ انہیں زندہ دلان شمالی ہند کی خوش مذاقی کا نتیجہ ہے۔

اوقاف اسلامی اوقات اور تعلیمی اداروں کے نقطۂ نظر سے دیکھئے تو اس میں بھی بمبئی کو سارے ہندوستان میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ سیکڑوں قاضیوں، لائبریریوں اور سپتالوں کے لئے بڑی بڑی جائدادیں وقف ہیں۔ ہر قوم کے متعدد پنچایت گھر ہیں۔ جنہیں بمبئی کی اصطلاح میں "جماعت خانہ" کہتے ہیں۔ یہاں جو وہ معاشرتی، سیاسی اور دینی معاملات طے کرتے ہیں۔ ان جماعت خانوں کو اسلامیان بمبئی کی قومی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے

اہل سنت والجماعت کا سب سے بڑا ادارہ "انجمن اسلام" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے زیر انتظام بارہ ہائی سکول، عابد صدیق ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، عابد صدیق مسافر خانہ اور اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ چلائے جا رہے ہیں

اختلافات کا آغاز ظاہر ہے کہ وہ علماء جو ہندوستان کی خشک زمین سے پریشان تھے۔ انہیں بمبئی ایک مرغزار نظر آیا۔ وہ یہاں آئے چھا گئے اور اہل شہر کو طرح طرح کی بولیاں سنا گئے۔ لیں یہیں سے اسلامیان بمبئی کی دردناک داستان کا آغاز ہوتا ہے۔ ۱۹۵۴ء سے پہلے مدن پورہ کی بڑی مسجد کے امام و خطیب مولوی محبوب علی خان صاحب مرید مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ایک کتاب لکھی۔ اور اس کا نام رکھا "حدائق بخشش" کہتے ہیں۔ کہ اس کتاب میں کچھ ایسے اشعار تھے جن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین ہوتی تھی۔

وہابی اور دیوبندی جو اس مسجد کو اپنی تولیت میں لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے مولوی محبوب علی خان صاحب کے خلاف ایک تحریک چلائی۔ اردو اخبار جنہیں اکثر ایسے مواقع کی تلاش رہتی ہے اس تحریک میں خوب حصہ لیا۔ اور اپنے زور قلم سے اس آتش منافرت کو خوب ہوا دی۔ وہابیوں کی طرف سے اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے ایک خاص اخبار "التعمیر" نکالا گیا۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کے ماننے والوں جنہیں بمبئی کی اصطلاح میں "سنی مسلمان" کہتے ہیں۔ کی طرف سے اخبار "خلافت" اس تحریک کو آگے بڑھاتا رہا۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدن پورہ کی بڑی مسجد سنیوں اور وہابیوں کے دنگل کا میدان بن گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن ان دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کے خلاف مسجد میں بھی "اعلان جہاد" کر دیا لوہے کی سلاخوں اور چھریوں سے ایک دوسرے پر حملے کئے گئے۔ اس فساد میں ایک شخص "حاجی جیوا" مارا گیا۔

اس کے بعد دونوں اطراف کے جذبات اس قدر مشتعل ہو گئے کہ حکام شہر کو مسجد پر پولیس کا مستقل پہرہ بٹھانا پڑا۔ واقعہ قتل کے بعد یہ معاملہ عدالت میں پہنچا بمبئی کے دو نامور اخبارات "انقلاب" اور "خلافت" نے اپنی اپنی پارٹی کی وکالت شروع کی۔ اور یہ وکالت اس طرح شروع ہوئی کہ یہ دونوں آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی ذاتیات پر حملہ آور ہونے لگے۔ اور "ازالہ حیثیت عرفی" کا مقدمہ دائر ہوا۔

مسئلہ اوقاف وغیرہ سنیوں اور وہابیوں کے اس مذہبی اختلاف سے اب سیاسی دماغ رکھنے والوں نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ مولوی محبوب علی خان صاحب اور ان کی پارٹی جب عدالت سے بری ہو کر آ گئی۔ تو اب ان سنیوں نے اوقاف کا مسئلہ اٹھایا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسلامی اوقاف کی تولیت جمعیۃ العلماء دہلی کی بجائے سنی جمعیۃ العلماء کے سپرد کی جائے۔ اس مقصد کے تحت سنی مسلمانوں نے ۵، ۶، ۷ دسمبر ۱۹۵۸ء کو بمبئی میں ایک آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس منعقد کی۔ اور چونکہ مسلمانان بمبئی میں سنیوں کی اکثریت ہے اس لئے اس میں خوب چہل پہل رہی۔ کانفرنس کے بعد بھی سنیوں محلہ محلہ میں جلسے ہوتے رہتے۔ اور یوں گویا جھوٹ کا سلسلہ جاری رہا۔

سنی جمعیۃ العلماء کی اس کامیابی نے جمعیۃ علماء ہند دہلی کے دفاتر کو سخت صدمہ پہنچایا۔ ایک جلسہ جو حسینی باغ میں جمعیت دہلی کی رکنیت قبول کرنے کے لئے کیا گیا۔ وہ تو بالکل پھیکا پھیکا سا رہا

حج کمیٹی سنی جمعیۃ علماء کی طرف سے دوسرا مطالبہ "حج کمیٹی" کے متعلق کیا گیا۔ اس وقت "حج کمیٹی" پر جمعیت علماء دہلی کا قبضہ ہے لیکن سنیوں کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا کہ جب اکثریت سنی حاجیوں کی ہے۔ تو "حج کمیٹی" پر وہابیوں اور دیوبندیوں کے قبضہ کے کیا معنے؟ اس سوال نے جمعیۃ العلماء ہند کے کیمپ میں کھلبلی ڈال دی۔ "حج کمیٹی" مسلمانوں پر سیادت و برتری کا ایک نشان ہے۔ گورنمنٹ نے حاجیوں کی سہولت کے لئے یہ کمیٹی مقرر کی ہے۔ اس کمیٹی کے پاس حاجیوں کا ریکارڈ رہتا ہے۔ یہ جہاز میں حاجیوں کی سیٹیں معین کرتی ہے۔ بمبئی میں ان کی رہائش کا بندوبست کرتی ہے۔ قانونی امداد دیتی ہے۔ حاجیوں کو وداع کرتی ہے۔ اور پھر ان کا استقبال کرتی ہے "آزادی ہند" کے بعد عموماً گورنمنٹ نے اس قسم کے ملی و اجتماعی امور جمعیۃ العلماء ہند دہلی کے سپرد کر دیئے۔ اس لئے کہ یہی جماعت جنگ آزادی میں کانگرس کے دوش بدوش لڑی ہے اور تجربہ و علم و فضل میں بھی سنی جمعیۃ علماء سے بڑھی ہوئی ہے مگر جس ملک میں جمہوریت قائم ہوتی ہے۔ وہاں تجربہ کام آتا ہے نہ علم و فضل وہاں تو صرف اکثریت کام آتی ہے۔ اور اتفاق سے بھارت میں اکثریت سنی مسلمانوں کی ہے۔ اب ایک طرف حق دوستی اور علم و فضل ہے۔ اور دوسری طرف جمہوری اقدار کی حفاظت ہے۔ دیکھئے کون سا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔

جمعیۃ علماء بمبئی بمبئی میں جمعیت علماء ہند کے جو ارباب حل و عقد ہیں۔ انہوں نے ان مسائل پر کچھ سنجیدگی اور کچھ پریشانی کے عالم میں غور کیا۔ اور باہمی مشورہ سے بمبئی میں ایک صوبائی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ یہ کانفرنس سنی جمعیۃ علماء کانفرنس کے مقابلہ میں ہو رہی تھی۔ اس لئے بڑے وسیع پیمانہ پر اس کی تیاریاں کی گئیں۔ ایک ہزار مندوبین کے علاوہ پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی شرکت کی دعوت دی ۷، ۸ اور ۹ فروری کانفرنس کی تاریخ تھی۔

دشنام طرازی میں ۳ مارچ کو جب جنوبی ہند کے دورہ سے واپس آیا تو جا بجا اس کانفرنس کا اشتہار دیکھا۔ اسی کے ساتھ اور دوسرے اشتہارات بھی بالکل عجیب و غریب۔ ان میں سب سے نمایاں پوسٹر تھا اس کا عنوان تھا "ایک واقعہ کتابچہ" کسی دیوبندی نے سنی مسلمانوں کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اس اشتہار میں اسی کے حوالے تھے۔ اس کتاب سے جو عبارتیں پوسٹر میں نقل کی گئی تھیں۔ وہ تو اتنی گندی غیر مہذب اور دشنام آمیز ہیں کہ میں انہیں نقل کرنے سے قاصر ہوں۔

جمعیۃ علماء کی ارتھی دوسرے دن ایک اور اشتہار نظر سے گذرا اس میں لکھا تھا کہ ۸ فروری کو سنی مسلمانوں کی طرف سے جمعیۃ العلماء ہند دہلی کی ارتھی (جنازہ) نکالا جائے گا۔ اور واقعی تاریخ مقررہ پر سنیوں کے ایک جم غفیر نے یہ جنازہ نکالا۔ مگر پولیس کی بروقت ہوشیاری کے باعث بدامنی کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔

قوالی و مشاعرہ جمعیۃ علماء دہلی کی کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی گئی۔ رنگ برنگ کے پوسٹر اور اشتہارات دیواروں پر نظر آنے لگے۔ طرح طرح کے پروگراموں کی اطلاع تھی۔ کہیں جلسہ قرات قرآن تھا۔ تو کہیں قوالی تھی۔ اور کہیں مشاعرہ تھا۔ ان تمام پروگراموں کی تاریخیں بھی وہی تھیں جو جمعیت کی کانفرنس کی تاریخیں تھیں۔ معلوم ہوا کہ دراصل جمعیت کی کانفرنس کو ناکام بنانے کے لئے سنی مسلمانوں کی طرف سے یہ پروگرام رکھے گئے ہیں۔ آج کل مشاعرہ اور قوالی چھوڑ کر کون مشائخ دین کی تقریریں سنتا ہے۔

واعظاں از فسانہ خجلند
شاہد شوخ در کنار من است

سجادہ نشینی ۷ فروری کو مستان تالاب میں جمعیت کی کانفرنس شروع ہوئی۔ اس کانفرنس کی صدارت کے لئے اجمیر شریف کے سجادہ نشین شیخ المشائخ دیوان سید عنایت حسین صاحب کے نام کا اعلان کیا گیا۔ سنیوں کو اس اعلان پر بھی اعتراض کرنے کا موقعہ ملا۔ اور فوراً دیوار پر ایک پوسٹر نظر آنے لگا کہ

وہابی اور دیوبندی درگاہ کے سجادہ نشین کیسے ہو گئے۔

اور واقعی مجھے ان کے سارے اعتراضوں میں یہ اعتراض سب سے وزنی نظر آیا۔ وہابی یا دیوبندی مروجہ عرس سماع، زیارت قبور، نیاز و فاتحہ، استمداد بالارواح ہر چیز کے مخالف ہیں۔ پھر یہ اجمیر شریف جیسی درگاہ کے سجادہ نشین کیسے بن گئے سلسلہ چشتیہ میں تو آج سماع کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور درگاہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ میں بڑی دھوم دھام سے محفل سماع منعقد کی جاتی۔ ہے جس میں سجادہ نشین کی شرکت ضروری ہے۔ کل تک [illegible] سے اجتناب ضروری تھا کیا آج ان سے موالات جائز ہو گئی؟

مفید تحریریں جلسہ گاہ میں مختلف قسم کی تحریریں آویزاں تھیں ان میں ایک تحریر یہ بھی تھی کہ "کلمہ طیبہ پر

ہمارا اتحاد ہے۔" صدر محترم نے بھی اپنی تقریر میں اس دعوت پہ پڑا زور دیا۔ غالباً اسی رواداری کے باعث اس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر جناب ملا سیف الدین طاہر کے بڑے فرزند جناب یوسف نجم الدین صاحب منتخب کئے گئے۔ حالانکہ یہ اسمٰعیلی شیعہ ہیں۔ اور ان کے متعلق ارباب دیوبند کا فتوےٰ موجود ہے کہ یہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں

یا محمدؐ تیسری رواداری جس کا مذہبی یا سیاسی مفاد کے پیش نظر ارباب جمعیت نے ثبوت دیا۔ "یا محمدؐ" اور "یا شفیع المذنبین" کی نعرہ بازی۔ عرصہ تک دیوبند اور بریلی کے علماء اس مسئلہ پہ الجھتے رہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو "یا" کے ذریعہ مخاطب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ دیوبند نے بارہا اس کے عدم جواز کا فتوےٰ دیا ہے۔ مگر اس کانفرنس میں ایک ایسی نعت پڑھی گئی جس کی ابتداء ہی "یا شفیع المذنبین" اور "یا محمدؐ" سے ہوئی۔ اس وقت اسٹیج پر تمام اکابر دیوبند موجود تھے۔ مگر کسی نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ غالباً اسی دعویٰ کی بناء پر کہ "کلمہ طیبہ پر ہمارا اتحاد ہے" سر پر ہونے والے نے چشم پوشی اور مداہنت سے کام لیا۔

جماعت احمدیہ اور دعوت اتحاد مگر اس جگہ نہایت افسوس سے ارباب جمعیت کی طرف خدمت میں یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت جو جماعت سب سے زیادہ ذوق و شوق اور عشق و محبت سے اس کلمہ طیبہ کا ورد کرتی ہے۔ یعنی جماعت احمدیہ ابھی تک اس اولو العزم جماعت کو جمعیت کے اسٹیج پہ آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اگرچہ قوموں کی سرگذشت بتاتی ہے کہ تفاہیم کی یہ مشغول کاری چند دنوں کے بعد ختم ہو جائیگی۔ اور اس ذلت مسلمانوں کی "عوامی تحریک" اسی طرح جماعت احمدیہ کے تعاون کی محتاج ہوگی جس طرح آج جمعیت تبلیغی اور مدرسوں اداروں اور مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے سنی مسلمانوں کے تعاون کی محتاج ہو رہی ہے۔ تعاون امداد باہمی اور رواداری بیحد خوشگوار حسنات ہیں جن سے چشم پوشی کر کے زندگی مسرت بخش نہیں بنائی جا سکتی۔ جمعیت جو ہندوستان اندار کی حامل ہے۔ انہیں قانون قدرت کی پیروی کرتے فطرت سے محبت کرنے اور زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے پہل کرنا چاہیئے۔

آنحضرت صلعم کے جسم کا سایہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی ہند کے بعد دیوبند نے بھی اختلافات کا دامن بیٹنا شروع کر دیا ہے۔ جنتی فتوی جن کی بدولت دیوبندیوں اور بریلویوں کے اختلاف کا خلیج بہت وسیع ہوئی۔ ان میں ایک فتویٰ یہ بھی تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ تھا یا نہیں؟ کل تک ارباب دار العلوم دیوبند کا متفقہ فتوےٰ تھا کہ آپ کے جسم کا سایہ تھا لیکن مولینا احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ تھا کہ آنحضرت صلعم کے جسم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اس مختلف فیہ مسئلہ نے بارہا نازک صورت اختیار کی۔ اس معاملہ میں قتل کا باعث بنا۔ اور اس کے اقرار یا انکار کے لئے بارہا وعظ و تقریر کی مجلسیں منعقد کی گئیں۔ مگر اب جو دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا مہدی حسن صاحب نے فتویٰ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج تک اس مسئلہ پر مناظرہ و مباحثہ کی گرمجوشی بے کار تھی۔ آخر دیوبند نے بھی اتنی گرمیاں دکھانے کے بعد مولینا احمد رضا خاں کے فتویٰ سے اتفاق کر لیا۔ ماہنامہ "تجلی" جو دیوبند سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے جنوری و فروری کے شمارہ میں اس فتویٰ پہ تبصرہ کیا گیا ہے۔

میں اس فتویٰ کی فقہی حیثیت سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ صرف زمانہ کا نشیب و فراز دکھانا چاہتا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بارہا یہ فرما چکے ہیں کہ ان کا ظہور زمانہ کے شدید تقاضوں کے بعد ہوا ہے۔ اور اگر آپ نہ آتے تب بھی اس رنگ میں مشیت الٰہی کا ظہور ضروری تھا۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مگر افسوس کہ ابھی تک ارباب جمعیت وغیرہ نے اس رفتار زمانہ کو نہیں سمجھا۔ اور جماعت احمدیہ کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا۔ جمعیت نے اجلاس سورت میں جو تبلیغی ارادہ کا اظہار کیا تھا۔ جماعت احمدیہ بھارت نے اس وقت بھی تعاون کی پیشکش کی تھی اور آج جب وہ جمعیت "کلمہ طیبہ پہ اتحاد کی دعوت دے رہی ہے"۔ ہم اس دعوت پہ بھی لبیک کہتے ہیں کاش ان کے دامن میں اتنی وسعت ہو۔ ورنہ ہم انہیں اسی کلمہ طیبہ پہ اتحاد کی دعوت دیتے ہیں جو ہر تعمیر و تخریب کے کار خیر میں سبقت کرنے کے لئے تیار ہو۔ کاش وہ بھی تیار رہیں۔ قبل اس کے کہ قدرت کا زبردست ہاتھ ان کی تقدیر کا کوئی نامبارک فیصلہ کرنے کے لئے اٹھے۔

دمشق کی شرقی جانب سفید منارہ

(بقیہ صفحہ نمبر ۶)

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں ہے جو لاہور سے گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے۔۔ وہ دمشق سے ٹھیک ٹھیک شرقی جانب پڑی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ منارۃ المسیح بھی دمشق سے شرقی جانب واقع ہے ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ دمشق کے لفظ پر خوب غور کرے کہ اس میں حکمت کیا ہے کہ یہ لکھا گیا ہے۔ کہ مسیح موعود دمشق کے مشرقی طرف نازل ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی قرار داد باتیں صرف امور اتفاقیہ نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ان کے نیچے اسرار اور رموز ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ خدا تعالےٰ کی تمام باتیں رموز اور اسرار سے پر ہیں۔

اب ہمارے مخالف گو اس دمشقی حدیث کو بار بار پڑھتے ہیں مگر وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے کہ یہ جو اس میں بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود دمشق کی شرقی طرف کے منارہ کے قریب نازل ہوگا۔ اس میں کیا بھید ہے۔ بلکہ الحمولوں نے محض ایک کہانی کی طرح اس حدیث کو سمجھ لیا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ کہانی نہیں ہے۔ اور خدا تعالےٰ لغو کاموں سے پاک ہے۔ بلکہ اس حدیث کے ان الفاظ میں جو اول دمشق کا ذکر فرمایا اور پھر اس کے شرقی طرف ایک منارہ قرار دیا۔ ایک عظیم الشان راز ہے۔ اور وہ وہی ہے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ خبیث تثلیث اور تین خداؤں کی بنیاد دمشق سے ہی پڑی تھی۔ کیا ہی منحوس وہ دن تھا جب پولوس یہودی ایک خواب کا منصوبہ بنا کر دمشق میں داخل ہوا تھا۔ اور بعض سادہ لوح عیسائیوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ خداوند مسیح مجھے دکھائی دیا۔ اور تعلیم کے شائع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ گویا وہ بھی ایک خدا ہے۔ پس وہی خواب تثلیث کے مذہب کی تخم ریزی تھی۔ غرض یہ شرک عظیم کا کھیت اول دمشق میں ہی بڑھا اور پھولا اور پھر یہ زہر اور جگہوں میں پھیلتی گئی۔ پس چونکہ خدا تعالےٰ کو معلوم تھا کہ انسان کو خدا بنانے کا بنیادی پتھر اول دمشق میں ہی رکھا گیا۔ اس لئے خدا نے اس زمانہ کے ذکر کے وقت کہ جب غیرت خداوندی اس باطل تعلیم کو نابود کرے گی۔ پھر دمشق کا ذکر فرمایا۔ اور کہا کہ مسیح کا منارہ یعنی اس کے نور کے ظاہر ہونے کی جگہ دمشق کی مشرقی طرف ہے۔ اس عبارت سے یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ منارہ دمشق کی ایک جزو ہے اور دمشق میں واقع ہے جیسا کہ بد قسمتی سے سمجھا گیا۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ مسیح موعود کا نور آفتاب کی طرح دمشق کے مشرقی جانب سے طلوع کر کے مغربی تاریکی کو دور کرے گا۔ اور یہ ایک لطیف اشارہ تھا۔ کیونکہ مسیح کے منارہ کو جس کے قریب اس کا نزول ہے۔ دمشق کے مشرقی طرف قرار دیا گیا اور دمشقی تثلیث کو اس کے مغربی طرف رکھا۔ اور اس طرح پر آنے والے زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی کی کہ جب مسیح موعود آئے گا تو آفتاب کی طرح جو مشرق سے نکلتا ہے ظہور فرمائے گا اور اس کے مقابل پر تثلیث کا چراغ مردہ جو مغرب کی طرف واقع ہے۔ دن بدن پژمردہ ہوتا جائے گا۔ کیونکہ مشرق سے نکلنا خدا کی کتابوں سے اقبال کی نشانی قرار دی گئی ہے اور مغرب کی طرف جانا ادبار کی نشانی۔ اور اسی نشانی کی طرف ایما کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے قادیان کو جو مسیح موعود کا نزول گاہ ہے دمشق سے مشرق کی طرف آباد کیا اور دمشق کو اس سے مغرب کی طرف رکھا۔ بڑا دھوکہ ہمارے مخالفوں کو یہ لگا ہے کہ انہوں نے حدیث کے لفظوں میں یہ دیکھ کر کہ مسیح موعود اس منارہ کے قریب نازل ہوگا جو دمشق کی شرقی طرف ہے یہ سمجھ لیا کہ وہ منارہ دمشق میں ہی واقع ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کاش لوگ سمجھیں کہ اس کام (یعنی منارہ کی تعمیر کے کام) کی خدا کے نزدیک کس قدر عظمت ہے جس نے منارہ کا حکم دیا ہے اس نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جائے گی۔ اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا۔ مگر یہ فتح ان ہتھیاروں کے ساتھ نہیں ہوگی جو انسان بناتے ہیں بلکہ آسمانی حربہ کے ساتھ جس حربہ سے فرشتے کام لیتے ہیں۔ (ماخوذ از اشتہار ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء)

دعائے نعم البدل

۷ مارچ کو مکرم سید سجاد احمد صاحب ایم۔ اے رانچی کی چھوٹی بچی بعمر چار ماہ انتقال کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار عبد الحق فضل مبلغ رانچی ۵۹-۳-۸

یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب پر

مختلف مقامات پر احمدی جماعتوں کے جلسے

(۳)

کرونا گاپلی

زیر صدارت مکرم مولوی عبد اللہ صاحب مالابار میں مورخہ ۲۲ فروری کو جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ صدر صاحب نے اپنی افتتاحی اور اختتامی تقریروں میں مصلح موعود کی پیشگوئی اور اس کے مصداق پر روشنی ڈالی۔ اسی طرح مکرم مولوی ابو الوفا صاحب مبلغ کالیکٹ اور محترم محمد یوسف صاحب بی۔اے۔ ایل ایل۔ بی نے بھی تقاریر کیں۔

شورت وکنہ پورہ کشمیر

مورخہ ۲۰ فروری کو بعد نماز جمعہ زیر صدارت مکرم مبارک احمد صاحب ظفر جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد مکرم مولوی غلام احمد شاہ صاحب نے پیشگوئی دربارہ مصلح موعود پڑھ کر سنائی اور اس کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد پر بالوضاحت چسپاں کیا۔ بعد ازاں ماسٹر غلام نبی صاحب نے حضور مصلح موعود کے زمانہ خلافت میں اسلام اور احمدیت کی عظیم الشان ترقی کے لئے جدوجہد پر مفصل روشنی ڈالی اور واقعات کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ اس وقت یہی وہ بڑا روحانی جرنیل ہے جس نے باوجود روحانی دنیا کی روحانی دنیا کی کایا پلٹ دی ہے۔

بارڈی پورہ

مسجد احمدیہ بارڈی میں بعد نماز ظہر ۲۰/۲/۵۹ کو جلسہ مصلح موعود زیر صدارت مکرم حکیم غلام محمد صاحب منعقد ہوا جس میں احباب جماعت احمدیہ چک امیر چہ نے بھی شمولیت کی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد صدر جماعت احمدیہ بارڈی پورہ نے حضرت مسیح الموعود علیہ السلام کا اشتہار متعلق حضرت المصلح الموعود پڑھ کر سنایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے جس طرح پہلے کیا کرتا تھا۔ اور حضرت مصلح موعود کے ذریعہ اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام اور مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم بخیر و خوبی سے انجام پا رہے ہیں۔ اور تفسیر کبیر و صغیر لکھ کر قرآنی عرفان کے دریا آپ ہی کے ذریعہ بہا دیئے

جس سے تمام دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ نیز اکناف عالم میں فریضہ تبلیغ و تعمیر مساجد جس خوش اسلوبی سے آپ کے دور خلافت میں ہو رہی ہے اور ترقی میں ہمکنار ہو رہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ بعدہٗ مکرم محمد امیر اللہ صاحب آف چک امیر چہ نے اپنی تقریر میں اخبار بدر سے حضرت مصلح موعود کے متعلق مضمون سنایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہونا اور آپ کی ایک زبردست دلیل ہونا ثابت کیا۔ اس کے بعد ماسٹر عبد المجید صاحب نے حضرت مصلح موعود کا تازہ منظوم کلام جو جلسہ سالانہ ربوہ میں پڑھا گیا تھا سنایا۔ دعا کے ساتھ جلسہ بخیر و خوبی برخواست ہوا۔

ابراہیم پور

جماعت احمدیہ نے ۲۰/۲/۵۹ کو زیر صدارت مکرم محمد سعید صاحب یوم مصلح موعود منایا۔ اور جلسہ کیا۔ جلسہ گاہ کی آرائش رنگ برنگ کے جھنڈیوں سے کی گئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم محمد یونس صاحب اور نظم مکرم محمد ثاقب صاحب نے پڑھی۔ مکرم محمد ثاقب صاحب نے پیشگوئی حضرت مصلح موعود قبل از پیدائش پر پہلی تقریر فرمائی۔ دوسرے نمبر پر مکرم زین الحق صاحب نے بنگالی میں اپنا مضمون "ایک لڑکے کے متعلق پیشگوئی" پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد مکرم مولوی عبد الرحمان صاحب ملتانی صاحب نے مصلح موعود کے کارہائے نمایاں و اشاعت اسلام پر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد مکرم مولوی عبد المطلب صاحب نے بعنوان "سابقہ پیشگوئیاں دربارہ مصلح موعود" قرآن کریم اور بائیبل اور دیگر مذاہب کی کتب و بزرگان اسلام کی پیشگوئیاں مع تمثیلات بیان کر کے پیغامیوں کے اعتراضات کی تردید کی۔ اور بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

تاسنور

۲۰ فروری ۵۹ء بروز جمعہ ایک بجے زیر صدارت حضرت مولوی حبیب اللہ صاحب جلسہ مصلح موعود منانے کے لئے خدام الاحمدیہ نے باوجود شدت موسم سرما کافی ہمت سے کام لے کر یوم مصلح موعود کو تزک و احتشام کے ساتھ منانے میں ہر قسم

کا تعاون کیا۔ کثرت سے احمدی و غیر احمدی احباب نے شمولیت کی۔ حاضرین کی دوران جلسہ قہوہ سے تواضع کی گئی۔ احمدیت کے متعلق تصاویر کی نمائش بھی کی گئی۔

پہلا اجلاس مکرم سید محمد یٰسین صاحب نے تلاوت اور نظم کے بعد مکرم مولوی عبد الواحد صاحب نے یوم مصلح موعود کی غرض و غایت اور ۲۰/۲/۵۹ کی اہمیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی روشنی میں واضح کی۔ آپ کے بعد مولانا نور احمد صاحب نے سیرت مصلح الموعود پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ اور حضرت مصلح الموعود کی سیرت کے اجمالی خصائص بیان کئے اور آپ کی سیرت ذاتی مثالوں سے بیان فرمائی۔

دوسرا اجلاس زیر صدارت حضرت مولوی حبیب اللہ صاحب۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم ماسٹر سعید احمد صاحب ڈار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فضل عمر کے درمیان مماثلت کو مختلف مثالوں سے بیان کیا۔ آپ کے بعد خواجہ غلام محمد صاحب تابک نے حضرت مصلح موعود کے زمانہ خلافت میں تبلیغ احمدیت اور اشاعت اسلام زمین کے کناروں تک" کے عنوان پر اور تحریک جدید کے انیس مطالبات دہراتے اور تحریک جدید کی غرض و غایت بیان فرمائی اس کے بعد خدام الاحمدیہ تاسنور کا شکریہ کیا جن کے تعاون سے یوم مصلح موعود نہایت شاندار طریقہ پر منایا جو اس کا زندہ ثبوت ہے کہ ہم میں نئی روح اور نیا ولولہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ خدام الاحمدیہ استقلال اور خلوص سے حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی تعمیل کرتے رہیں۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

بھرت پور

۲۰/۲/۵۹ کو بعد نماز جمعہ جماعت احمدیہ بھرت پور نے زیر صدارت مکرم محمد سعید صاحب جلسہ مصلح موعود منعقد کیا۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد مکرم ثاقب علی صاحب نے پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اپنا مضمون پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد زین الحق صاحب نے حضرت فضل عمر کے کارناموں کے متعلق اپنا مضمون پڑھا۔ بعدہٗ مکرم مولوی مولوی فانی صاحب نے حضرت مصلح موعود کے بارہ میں مختلف پیشگوئیاں وضاحت سے بیان فرمائیں۔ کہ کس طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے دور میں "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا نظارہ ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔ نیز کہ حضور کے قائم کردہ تحریکات کے ذریعہ اور تصانیف کے ذریعہ اسلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہونچ رہا ہے۔ اس کے بعد مکرم مولوی عبد المطلب صاحب نے حضرت مصلح موعود کے متعلق

ہوشیارپور میں حضرت مسیح الموعود علیہ السلام کی چلہ کشی اور متعدد پیشگوئیوں پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ نیز انگریزی کی پیشگوئی بیان کرتے ہوئے کہ مسیح اپنی آمد ثانی میں فوت ہوگا تو اس کا بیٹا اور پوتا اس کی بادشاہت کے وارث ہوں گے۔ سو الحمد للہ ہمارے امام ہمام اس بادشاہت کے وارث ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کے عرشے مسموح کیا۔ بعد ازاں ایک لمبی دعا کے بعد جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

گاتہ (ضلع مرشد آباد)

مورخہ ۲۱/۲/۵۹ کو بعد نماز مغرب زیر صدارت مکرم ماسٹر شمس الدین صاحب عالی جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم دانی صاحب نے جلسہ کی غرض و غایت مختصر طور پر بیان فرمائی۔ چونکہ پہلی مرتبہ یہ جلسہ جماعت گاتہ منا رہی ہے۔ مکرم دانی صاحب نے احباب کو ہدایت کی کہ ہر سال ۲۰ فروری کو یہ جلسہ ضرور کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد مکرم مولوی فانی صاحب نے مصلح موعود کے بارے میں پُر از معلومات تقریر فرمائی اور بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مصلح موعود ہونا ظاہر ہے۔ مثل "آفتاب آمد دلیل آفتاب" سو دنیا آج آج تسلیم کر چکی ہے کہ حضرت مصلح موعود کے ذریعہ اشاعت اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو وہ قوت قدسی عطا فرمائی کہ غیر بھی معترف ہیں۔ دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال ہزاروں کی تعداد ربوہ میں جمع ہو کر آپ سے برکت حاصل کر رہے ہیں۔

اس کے بعد مولوی عبد المطلب صاحب نے حضور فضل عمر کے بارہ میں تقریر فرمائی اور پیشگوئی فرمائی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے کارہائے نمایاں۔ تحریک جدید و وقف جدید کے ذریعہ مبلغین کو دنیا کے ہر کنارے تک پھیلا کر اشاعت اسلام۔ اور تفسیر کبیر و تفسیر صغیر لکھ کر پیاسی روحوں کو سیراب کرنا وضاحت سے بیان فرمائے۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

تیماپور

مورخہ ۲۰/۲/۵۹ بروز جمعہ جماعت احمدیہ تیماپور نے زیر صدارت مکرم قریشی نذیر احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ یوم مصلح موعود منایا اور بذریعہ اشتہارات ہر شخص کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دی۔ بعد نماز مغرب جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوئی جس کے بعد نظم کلام محمود سے پڑھی گئی۔ بعد مکرم محمود احمد صاحب نے پیشگوئی المصلح الموعود پر تقریر فرمائی۔ دوسری تقریر مکرم رحمت اللہ صاحب نے فرمائی۔ تیسرے نمبر پر مکرم نور الدین وکیل تیماپور نے پیشگوئی کے الفاظ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا" پر روشنی ڈالتے ہوئے متعدد مثالوں سے ثابت کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی وہ مصلح الموعود ہیں۔ اس کے بعد مکرم شیخ ابراہیم صاحب نے نظم خوش الحانی سے سنائی۔ بعدہٗ مکرم عبد العزیز صاحب استاد نے پیشگوئی کے الفاظ "فضل عمر اولوالعزم اسیروں کی رستگاری۔ دنیا کے کناروں تک شہرت پانے" کے اوصاف کی وضاحت سے تشریح کی اور جماعت احمدیہ نے کام امت محمدیہ اسلام بتاتے ہوئے بعض اعتراضات کے جوابات قرآن کریم، حدیث شریف اور عقلی دلائل سے دیئے جس کا عوام پر اچھا اثر پڑا۔ بالآخر صدر صاحب کی نصیحت آموز تقریر

وصایا

وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی موصی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری مجلس کارپردازی مقبرہ بہشتی)

نمبر ۱۳۲۱۲ منکہ سعیدہ بیگم زوجہ بشیر احمد صاحب ہاشمی قوم قریشی پیشہ خانہ داری عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاک خانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ (۱) حق مہر بذمہ خاوند -/۵۰۰ روپیہ۔ زیور پینڈل طلائی ایک عدد وزنی ۱۱ ماشہ ایک رتی۔ دو عدد انگوٹھیاں طلائی وزنی ۷ ماشہ ۲ رتی۔ کانٹے طلائی وزنی نصف تولہ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی (۳) اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو گی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ (۴) اس وقت میری ماہوار آمد کوئی نہیں ہے۔ الامۃ سعیدہ بیگم ۲ جون ۱۹۵۶ء گواہ شد عبد القادر دہلوی موصی ۴۶۸۲ درویش قادیان۔ گواہ شد ممتاز احمد ہاشمی موصی ۱۰۶۹۳ سیکرٹری وصایا و کل صدر انجمن احمدیہ قادیان خاوند موصیہ

نمبر ۱۳۲۱۵ منکہ عبد اللطیف ولد عبد الرحمن صاحب قوم ارائیں۔ پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاک خانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۴ ۱۱/۵۷ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد کوئی نہیں ہے۔ میں اس وقت صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ملازم ہوں مجھے اس وقت مبلغ -/۴۲ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ جو بھی میری وفات کے وقت ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا مجھے کسی اور ذریعہ سے ملے۔ اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ العبد عبد اللطیف درویش قادیان ۱۴ ۱۱/۵۷ گواہ شد فتح محمد کارکن دفتر بہشتی مقبرہ قادیان۔ موصی ۱۰۰۲۹ ۱۴ ۱۱/۵۷ گواہ شد سکندر خان ولد لال خان صاحب کارکن وکالت مال قادیان موصی ۱۰۶۳۲

نمبر ۱۳۲۱۴ منکہ سید ابو الحسن احمدی ولد حضرت مولوی سید صدر الدین صاحب مرحوم۔ قوم سادات پیشہ زمینداری عمر تخمیناً ۷۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کوسمی ڈاک خانہ سونگڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۶ ۳/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد کل زرعی اور غیر زرعی تخمیناً ۶ ایکڑ ہے ۔ دو گونٹھ ہے۔ جس کے کچھ حصے پر مکان خام بھی تعمیر ہے جسے میرے عزیز فرزند میاں سید عبد القیوم نے تعمیر کیا ہے۔ وہ تو اس کی ملکیت ہے۔ اس کے تحت کی زمین تقریباً دو گونٹھ تب ہ لبد سے اور عزیز موصوف کی والدہ مرحومہ نے حق مہر کے عوض خانہ باغ کی زمین جو تقریباً ۷ گونٹھ گیارہ بسوے اور میری موجودہ بیوی سیدہ امۃ الکریم کے حق مہر کے عوض مجاوڑہ کش کی زمین جو تقریباً آٹھ گونٹھ خود کاشت ہے ان کو اس سے منہا کرنے کے بعد باقی زمین ۳ مان ۹ گونٹھ رہتی ہے جس کی قیمت موجودہ بھاؤ کے حساب سے ایک ہزار آٹھ سو بنتی ہے اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر میں نے اپنی زندگی میں دسواں حصہ کی قیمت ادا کر کے صدر انجمن احمدیہ سے رسید حاصل کر لی تو میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کا میری جائیداد پہ کوئی حق نہ ہو گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

نوٹ :- مذکورہ بالا زمین کے علاوہ کچھ زمین اور بھی ہے جو میرے بھائی خود تا حنذ التحریر بقید حیات ہیں اور ایک بھائی متوفی کی اولاد کے درمیان اور دوسرے شرکا کے درمیان مشترک ہے جس کا خزانہ تو موصول ہوتا ہے۔ مگر سرکاری لگان وغیرہ کی ادائیگی میں چونکہ تمام شراکت دار وقت پر اپنا اپنا حصہ ادا نہیں کرتے۔ اسلئے اس کی آمد تقریباً ساری کی ساری اسی میں لگ جاتی ہے بلکہ نا فذ گرہ سے بھی دینا پڑتا ہے۔ اگر کسی سال کچھ آمد اس کی ہوئی۔ تو میں اقرار کرتا ہوں کہ اس کی آمد کا ۱/۱۰ حصہ بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ العبد سید ابو الحسن احمدی موصی گواہ شد سید بدر الدین احمد عفی عنہ موصی ۵۳۸۳ سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سونگڑہ۔ گواہ شد سید محمد احمد احمدی موصی پریذیڈنٹ امیر اڑیسہ۔ ساکن کوسمی ڈاک خانہ سونگڑہ ضلع کٹک۔ گواہ شد سید عبد القیوم ولد سید ابو الحسن احمدی

نمبر ۱۳۲۱۵ منکہ زینب بی بی زوجہ محمد صادق صاحب قوم ارائیں پیشہ خانہ داری عمر ۷۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۶ ۱/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری حسب ذیل جائیداد ہے۔ میرے زیورات دو ڈنڈیاں طلائی بوزن ڈیڑھ تولہ قیمت ڈیڑھ صد روپیہ اور مہر مبلغ -/۲۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ کل میزان -/۳۵۰ روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اور آئندہ اگر کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن قادیان ہو گی۔ میں وصیت شدہ رقم کو اپنی زندگی میں ادا کرنے کی کوشش کروں گی اگر ادا نہ کر سکی تو میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان وصول کرے گی۔ نیز میرے مرنے پر ترکہ ثابت ہو۔ اس پر بھی میری وصیت حاوی ہو گی اس وقت میری کوئی آمد نہیں ہے۔ آئندہ اگر آمد ہوئی تو اس کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتی رہوں گی۔ الامۃ نشان انگوٹھا زینب بی بی صاحبہ موصیہ۔ زوجہ محمد صادق صاحب منگلی۔ گواہ شد محمد صادق منگلی ولد دریام الدین صاحب درویش قادیان موصی ۱۱۹۴۲ خاوند موصیہ ۲۶ ۷/۵۸ گواہ شد بشیر احمد ولد محمد اسمٰعیل صاحب درویش قادیان موصی ۱۰۴۴۹ ۲۶ ۷/۵۸

نمبر ۱۳۲۱۷ منکہ اختر النساء بیگم زوجہ بشیر احمد کالا افغانان۔ قوم صدیقی پیشہ خانہ داری عمر ۲۱ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۵۲ء ساکن قادیان ڈاک خانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱ ۳/۵۸ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری ماہوار آمد کوئی نہیں۔ نہ ہی کوئی غیر منقولہ جائیداد ہے منقولہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر مبلغ -/۵۰۰ روپیہ بذمہ خاوند واجب الادا ہے۔ زیور طلائی کانٹے ایک جوڑی وزنی چھ ماشہ قیمتی اندازاً مبلغ پچاس روپیہ۔ کل مبلغ پانچصد پچاس روپیہ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اور اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا مجھے وراثت کی صورت میں کہیں سے ملے تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق انجمن احمدیہ مذکور کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی روپیہ یا کوئی جائیداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر دوں۔ تو اس کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر میری وفات کے وقت اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد میرے ترکہ میں ثابت ہو تو اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہو گی۔ الامۃ اختر النساء بشیر ۱۱ ۳/۵۸ گواہ شد بشیر احمد کالا افغانان درویش قادیان دار الامان۔ خاوند موصیہ ۱۱ ۳/۵۸ گواہ شد فتح محمد کارکن دفتر بہشتی مقبرہ قادیان ۱۱ ۳/۵۸

نمبر ۱۳۲۱۸ منکہ سید حسن شاہ ولد حسین شاہ صاحب مرحوم۔ قوم سید پیشہ ٹیلر عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۰ء ساکن گھٹیا نیاں ڈاک خانہ پسرور ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب پاکستان حال وارد ستارہ بسی ضلع ستارہ صوبہ بمبئی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ انگلش ویئر ہاؤس ستارہ سٹی ضلع ستارہ (۱) متعلقہ سامان دکان مثلاً سیونگ مشین چار عدد پیروں والی۔ دو عدد ہتھ۔ دو عدد سنگر ۔ الماریاں۔ دو عدد شیشہ دار۔ کرسی میز ٹیبل دو عدد۔ تخت وغیرہ دو عدد قیمتی مبلغ -/۱۲۰۰ روپیہ۔ جائیداد منقولہ ہیں غیر منقولہ جائیداد (۲) اس دکان پر بحیثیت مالک قابض ہوں۔ بوجہ سن رسیدگی و ضعیف العمری خود کام نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے شاگردوں سے بحصہ نصف مزدوری سلائی لیا کرتا ہوں۔ اور وہ تقریباً -/۱۰۰ روپیہ ماہوار وصول کرتا ہوں۔ اس کی بھی وصیت بحصہ رسدی ۱/۱۰ بطور حصہ آمد وصیت کرتا ہوں یعنی -/۱۰ روپیہ ماہوار۔ العبد سید حسن شاہ ولد سید حسین شاہ مرحوم بقلم خود ۲۱ ۳/۵۸ گواہ شد عبد الرشید فانی انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد مبارک علی انسپکٹر بیت المال نزیل ستارہ سٹی۔ گواہ شد ادھو دستونا تھ بھتکر

(English wear House
Bhawani Path Stara

۱۱ 8/58 مالک) میری وفات کے وقت یا بعد میری جو جائیداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ العبد حسن شاہ بقلم خود۔ گواہ شد ادھو دستونا تھ بھتکر۔ گواہ شد چوہدری مبارک علی انسپکٹر بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان حال نزیل ستارہ

نمبر ۱۳۲۱۹ منکہ ہاجرہ بیگم بنت عبد الرزاق صاحب کنتور احمدی۔ زوجہ چوہدری مبارک علی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت اگست ۱۹۵۲ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور پنجاب حال احمدیہ مسلم مشنری ۵ البرٹ ایڈورڈ روڈ بنگلور سٹی میسور سٹیٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۵۵ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) حق مہر بذمہ خاوند -/۲۵۰۰ روپیہ (۲) زیور طلائی مالیتی مبلغ -/۱۷۰۰ روپیہ۔ کل میزان -/۴۲۰۰ روپیہ۔ ۸۔ متذکرہ بالا جائیداد کے علاوہ اس وقت میری کوئی آمد نہیں ہے۔ اور میرا گزارہ میرے خاوند چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ سلسلہ کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ متذکرہ بالا رقم مبلغ -/۴۲۰۰ (چار ہزار دو صد روپیہ) پر ۱/۱۰ حصہ کے حساب سے مبلغ -/۴۲۰ (چار صد بیس) روپیہ چندہ وصیت ادا کروں گی جس کی صورت یہ ہو گی۔ کہ میرے خاوند مسمی چوہدری مبارک علی صاحب اپنے وظیفہ سے مبلغ -/۱۲ روپیہ ماہوار میری وصیت کے حساب میں ادا کرتے رہیں گے انکی تحریر لف ہذا ہے۔

۵۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس پر بھی ۱/۱۰ کے حساب سے وصیت کرتی ہوں نیز صدر انجمن احمدیہ میرے مرنے کے بعد ایسی جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہو گی۔

۶۔ میری زندگی میں بھی اگر متذکرہ بالا جائیداد کے علاوہ میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو۔ تو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ اور دفتر بہشتی مقبرہ کو باقاعدہ دیتی رہوں گی۔ الامۃ ہاجرہ بیگم اہلیہ چوہدری مبارک علی مبلغ سلسلہ احمدیہ معرفت احمدیہ مسلم مشنری ۵ البرٹ ایڈورڈ روڈ بنگلور سٹی۔

گواہ شد۔ مبارک علی انسپکٹر بیت المال و مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۵ البرٹ ایڈورڈ روڈ بنگلور سٹی ۲۱ ۱/۵۸ - حال نزیل اناندر گواہ شد عبد الحی احمدی ولد عبد الرزاق کنتور۔ معرفت دی نیو انگلش سکول۔ ڈاک خانہ اناندر ضلع معصاروالہ میسور سٹیٹ۔

۲۱ ۸/۵۸

تقرر عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان

مندرجہ ذیل عہدیداران ۳۰ ر اپریل ۱۹۶۲ء تک منظور کیے گئے ہیں (ناظر اعلےٰ قادیان)

گونڈہ

مرزا امیر بیگ صاحب پریذیڈنٹ ۔ جنتا ریڈیو سروس ۔ گونڈہ یو۔پی۔

عبدالرزاق صاحب سیکرٹری مال ” ”

سورب

ایم محمد عثمان صاحب پریذیڈنٹ ۔ سورب ضلع شموگہ میسور سٹیٹ۔

عبدالرحمٰن صاحب مالاباری ۔ سیکرٹری جملہ صیغہ جات ۔ سورب ضلع شموگہ میسور سٹیٹ۔

جموں

بابو محمد یوسف صاحب ۔ پریذیڈنٹ و سیکرٹری دعوت و تبلیغ ۔ تالاب کھٹیکاں کوچہ تاشیاں ۔ جموں۔

بابو فیروز الدین صاحب جمعدار سیکرٹری مال و تعلیم و تربیت ۔ محلہ استاد جموں

مرکرہ

جی کے فخر الدین صاحب پریذیڈنٹ ۔ گرین سٹور ہل روڈ مرکرہ کورگ

پی ۔ ایچ اسمٰعیل صاحب ۔ وائس پریذیڈنٹ ” ”

پی احمد علی صاحب سیکرٹری مال ” ”

جی ۔ ایس احمد صاحب سیکرٹری دعوت و تبلیغ

کوٹیلہ

نظیر خان صاحب پریذیڈنٹ ۔ کوٹیلہ ڈاکخانہ Ragri para
Via Athgarh
ضلع کٹک اڑلیسہ۔

منشی شیخ عبدالغفار صاحب وائس پریذیڈنٹ و سیکرٹری امور عامہ۔

منشی شیخ عبدالستار صاحب سیکرٹری مال

بخشی خان صاحب سیکرٹری دعوت و تبلیغ

عبداللہ خان صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت۔

چنت کنٹہ

سیٹھ محمد معین الدین صاحب پریذیڈنٹ و سیکرٹری ضیافت ۔ چنت کنٹہ ضلع محبوب نگر دکن

سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب ۔ سیکرٹری امور عامہ و آڈیٹر

سیٹھ حسن محمد صاحب سیکرٹری مال

” عبدالغنی صاحب سیکرٹری دعوت و تبلیغ

” سراج احمد صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت

شموگہ

الحاج میر کلیم اللہ صاحب ۔ پریذیڈنٹ۔

آر ۔ ایم موٹر سروس شموگہ میسور سٹیٹ۔

سید مدار صاحب ۔ وائس پریذیڈنٹ و سیکرٹری تعلیم و تربیت

میر عبدالجلیل صاحب ۔ سیکرٹری مال ۔ ۱۰۔ بی موٹر سروس شموگہ

ایس ۔ کے عبدالرزاق صاحب سیکرٹری امور عامہ ۔ آر ۔ ایم موٹر سروس شموگہ

ایس ۔ کے اختر حسین صاحب و عبدالستار صاحب ۔ سیکرٹری دعوت و تبلیغ ۔ آر ایم موٹر سروس شموگہ۔

مدراس

خان بہادر پروفیسر مولوی محمد صاحب ایم ۔ اے پریذیڈنٹ

11-TIPPU SAHIB
STREET
Triplicane MADRAS

مولوی کمال الدین صاحب ۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت و آڈیٹر۔

106, Kacheri Road
Mylapur Madras 4

محمد رفیق صاحب ۔ سیکرٹری مال و محاسب

45, SEMBUDOSS STREET
POST. BOX No 1517
MADRAS

گاتلہ

ماسٹر محمد شمس الدین صاحب والی پریذیڈنٹ و سیکرٹری تعلیم و تربیت گاتلہ ڈاکخانہ گوکرنا ضلع مرشد آباد ۔ مغربی بنگال

نظیر حسین صاحب ۔ سیکرٹری۔

ماسٹر سید ابو الفضل صاحب جانی ۔ سیکرٹری امور عامہ۔

مقصود علی صاحب و عرفان علی صاحب سیکرٹری دعوت و تبلیغ

ناصر الدین صاحب ۔ سیکرٹری ضیافت

نیو کالونی

شیخ آدم صاحب ۔ پریذیڈنٹ ۔ ۵/۲۷ نیو کالونی چودوار ضلع کٹک ۔ اڑیسہ

لطف الرحمٰن خان صاحب ۔ سیکرٹری مال

لطیف الرحمٰن خان صاحب ۔ سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ۔

شمس الحق خان صاحب ۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت

زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی اور انہیں پاکیزہ کرتی ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کیلئے اجتماعی دعا و صدقہ

رانچی

رانچی ۔ سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موٹر کار کو حادثہ پیش آجانے کے سلسلہ میں حضور کی صحت کے متعلق خبر ملنے پر دعا و صدقہ کی تحریک کی گئی۔ احباب جماعت نے اجتماعی دعا کی اور صدقہ دیا۔ اور تمام جماعت کی طرف سے بطور صدقہ ایک بکرا ذبح کرکے گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا۔ زائد روپیہ قادیان بھیج دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و سلامتی کی لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔

خاکسار عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ مقیم رانچی

یادگیر

حضور کے حادثہ کی اطلاع ملتے ہی جماعت احمدیہ یادگیر نے پانچ بکرے بطور صدقہ ذبح کئے اور غرباء میں تقسیم کئے اس کے علاوہ اجتماعی اور انفرادی دعائیں کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور کو لمبی سے لمبی عمر عطا فرمائے اور صحت کاملہ و عاجلہ عطا کرے آمین۔

خاکسار (محمد اسمٰعیل وکیل یادگیری)

لازمی چندہ جات

احباب جماعت و عہدہ داران کی خاص توجہ کے لئے

موجودہ مالی سال ختم ہونے میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی رہ گیا ہے

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا موجودہ مالی سال ختم ہونے میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی رہ گیا ہے۔ لیکن لازمی چندوں سے نذریجی بجٹ کے مقابل پر بہت کم رقوم چندہ جات مرکز میں پہنچی ہیں اور متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کے ذمہ غیر معمولی طور پر چندہ جات کی رقوم قابل ادا ہیں بجٹ سال رواں میں ۔/۸۱۹۴۴ روپیہ کی وصولی ہونا ابھی باقی ہے اگر جماعتیں اور احباب زیادہ محنت اور توجہ سے مالی سال کے ان آخری ایام میں تو بقعدی چندہ جات ادا کرکے حسابات صاف کرنیکی ابھی سے سعی شروع فرمائیں تو یقیناً گذشتہ کمی کو پورا کر سکتی ہیں۔

چونکہ موجودہ مالی سال ۳۰ ر اپریل کو ختم ہو رہا ہے اور اس میں بہت تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے جملہ عہدہ داران مال و احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ بقایا صاف اور بجٹ کی توقع ہو سکے۔

ناظر بیت المال قادیان

صدقات اور رمضان المبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بخاری شریف میں مروی ہے کہ

(کان النبی اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان ۔۔۔ وکان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ)

حضور علیہ السلام صدقہ و خیرات کرنے میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان المبارک میں آپ بہت زیادہ صدقہ و خیرات دیا کرتے تھے اور آپ کا صدقہ و خیرات دینا تیز ہوا کی رفتار کی مانند ہوتا تھا۔

اس مبارک مہینے میں ہر دوست کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق صدقہ و خیرات میں نمایاں حصہ لینا چاہیئے۔ اور ایسی رقوم مرکز میں بھجوانی چاہئیں ۔ کیونکہ مرکز میں بھی ایسے مستحقین ہوتے ہیں جن کی امداد کی جانی ضروری ہوتی ہے۔

فدیۃ الصیام

جو دوست بوجہ بیماری یا ضعیف العمری اور مستورات ایام حمل یا رضاعت میں روزے نہ رکھ سکتی ہوں انہیں بموجب قرآن فدیۃ الصیام ادا کرنا چاہیئے ۔ اور ایسی رقوم محاسب صاحب قادیان کے نام بھجوائی جائیں۔

ناظر بیت المال قادیان

ولادت باسعادت

قادیان ۱۶ ر مارچ ۔ بریلی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرزند سے نوازا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے (ایڈیٹر)